تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

جلد نمبر ۳۱ | مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ | شمارہ نمبر ۱۲

۱۳ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ
۲۵ اپریل ۱۹۹۴ء

سرپرست
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول
شمس الحق ندوی

مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا محمود الازہار ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی — مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی — مولانا محمد رضوان ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید

رقم اون ملک
سالانہ ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ۵ روپے
بیرون ملک ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۲۵ ڈالر
بیرون ملک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر
خط و کتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

نوٹ
چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں۔

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے گوپال آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے شائع کیا

ایمان کا ذوق و مزہ

(۶) ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی ـــــ ترجمہ: شمس الحق ندوی

"علامہ ابن قیم اس کو بہت باریک بینی اور پورے مالہ وما علیہ کو نظر میں رکھتے ہوئے اس کو نہایت عام فہم انداز میں پیش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ حدیث اللہ تبارک و تعالیٰ سبحانہ کی ربوبیت، معبودیت، آپ کے حبیب محمد عربیؐ کی رسالت اور اطاعت، دین کی پسندیدگی اور اپنے کو اس کے تابع بنا دینے کے مفہوم پر مشتمل ہے، اور جس بندۂ مومن میں یہ چاروں چیزیں جمع ہو جائیں وہی صحیح معنی میں صدیق ہے۔ زبان سے دعویٰ کرنا تو بڑا آسان ہے۔ لیکن حقیقۃً اس پر قائم رہنا اور امتحان و آزمائش کے وقت جب کہ شریعت کا حکم اپنی خواہشات نفسانی سے ٹکرا رہا ہو ثابت قدم رہنا اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ زبانی اقرار کا ساتھ دل بھی دے رہا ہو ورنہ آدمی خواہشات نفسانی اور دنیاوی مفاد کے سامنے دین کے حکم کو پس پشت ڈال دیتا ہے اس وقت جب دینی حکم دنیاوی اغراض و مقاصد سے ٹکرا رہا ہو دین پر جمنا مشکل ہو جاتا ہے اسی لیے کسی نے کہا ہے۔

چو می گویم مسلمانم بہ لرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

جب میں اپنی زبان سے کہتا ہوں کہ مسلمان ہوں تو کپکپا اٹھتا ہوں اس لیے کہ لا الٰہ کے اقرار کے بعد کی پابندیوں کو جانتا ہوں کہ پھر اس کلمہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے کس طرح اپنے کو اس کے سامنے جھکا دینا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور معبود تسلیم کر لینا اس بات کا متقاضی ہے کہ تنہا اسی ذات بے ہمتا سے محبت کی جائے دل میں تنہا اسی کا خوف ہو ساری امیدوں کا مرکز وہی ذات عالی ہو، اسی کی طرف رجوع و انابت ہو، ہر طرف سے کٹ کر اسی کو اپنا کارساز مانا جائے، جب یہ کیفیت پائی جائے گی تو بندہ خلوص کامل کے ساتھ تنہا اسی کی عبادت کرے گا اور اسی کے حکموں پر چلے گا۔ اور جب بندہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا مالک و پالنہار مانے گا تو اس کے ساتھ آقا کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آئے گا اس پر راضی و خوش رہے گا صرف اسی کی ذات پر بھروسہ کرے گا اسی سے مدد و نصرت کا طلبگار ہوگا۔ لہٰذا جو اس کا حکم ہو اس پر کاربند ہو اور اس کی طرف سے جو کچھ مقدر ہو اور پیش آئے اس پر صبر و رضا سے کام لے۔

رہا اللہ کے نبی کے رسول ہونے کو تسلیم کرنا تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ پورے طور پر اللہ کے رسول کی اطاعت کرے اور خود کو ان کے حکموں کے تابع بنائے ایسا کہ آپ کا حکم اپنی جان سے بھی عزیز ہو، آپ ہی کے فرمودات سے روشنی حاصل کرے، زندگی کے جو مسائل پیش آئیں ان میں آپ ہی کے ارشادات کو حکم بنائے، کسی اور قانون و ضابطہ کا سہارا نہ لے اور نہ ہی کسی اور کے فیصلہ پر قطعاً راضی ہو نہ اللہ تعالیٰ کے ناموں اور اس کی صفات میں، نہ ہی اس کے کاموں اور فیصلوں میں، اور نہ ہی ایمانی لطف و مزہ، اور ایمانی بلندی اور قدر و منزلت میں، ان تمام چیزوں کے بارے میں کسی اور کی لن ترانی کو قبول نہ کرے، ہاں اگر کسی وقت ان حکموں اور تقاضوں پر عمل کرنے میں بے بس ہے اور اس کو عمل کا یارا نہیں تو اس کا عذر ایسے ہی قابل قبول ہوگا جیسے کسی جاں بہ لب بھوکے کا جان بچانے کے لیے حرام چیز کا کھا لینا جائز اور قابل قبول عذر ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دین پر راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین جن چیزوں کا حکم دیتا ہے ان پر عمل کرے اور جن باتوں سے روکتا ہے ان سے باز رہے، اور اس دینی حکم سے اپنے دل میں کوئی تنگی اور ناپسندیدگی نہ محسوس کرے بلکہ اس کو دل سے مان لے۔[1]

ان ساری تفصیلات کے بعد معلوم ہوا کہ اسلام کے تابع ہو جانے کے لیے تو اتنا کافی ہے کہ اسلام کا جو حکم و فیصلہ ہو اس پر عمل کر لے بس، لیکن ایمان کے بارے میں اتنی بات کافی نہیں بلکہ دل کا انشراح و خوشی اور اطمینان قلب کے ساتھ اس پر راضی رہنا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی کے ہر ہر عمل میں اسوہ اور نمونہ بنانا! تاکہ "ذاق طعم الایمان من رضی بمحمد رسولاً" کے دعویٰ پر پوری طرح منطبق ہو سکے۔

موجودہ حالات سے حدیث کی تطبیق

● حدیث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور کارساز مان لینے کے بعد اسی کی ذات پاک سے محبت کی جائے اور عبادت تو عبادت زندگی کے سارے اعمال اسی کی رضا کے شوق میں کئے جائیں، باقی ص ۳۱ پر

اس شمارہ میں

۱	درس حدیث	شمس الحق ندوی	۲
۲	تدبّر و حکمت عملی کی ضرورت	(مولانا) سیّد محمد رابع حسنی ندوی	۵
۳	اسلامی ممالک میں ذہنی کشمکش	حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی حسنی ندوی	۷
۴	تقویم ناسوتی اور تقویم ملکوتی	مولانا محمد ناظم ندوی	۱۱
۵	مغرب کی اسلام دشمنی	(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	۱۶
۶	حسد ایمان کو کھوکھلا کرتا ہے	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۱۹
۷	سوال و جواب	محمد طارق ندوی	۲۰
۸	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۱
۹	شہد ایک غذا	حکیم احسن علی خاں ندوی	۲۲
۱۰	ندوہ کے شب و روز	محمد ابوالبقاء ندوی	۲۴
۱۱	صحائف اسعد	ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی	۲۶
۱۲	ہندوستانی حجاج اور ان کے معلمین	مختار احمد جاوید	۲۹
۱۳	شرائط حج	〃 〃	۳۰

اداریہ

(مولانا) سیّد محمد رابع حسنی ندوی

تدبّر و حکمتِ عملی کی ضرورت

موجودہ صدی کے وسط سے مسلمانوں کو اپنے دین اور اپنے ملّی پیغام کی طرف توجہ دلانے کی جو کوششیں ہوئیں اور ان کو ان کا عزت و عظمت کا ماضی یاد دلانے کے لیے جو لکھا اور کہا گیا، اس کے یہ اثرات بڑے کہ مسلمانوں میں بیداری اور ملی احساس و شعور کی ایک لہر اٹھی جو جگہ جگہ محسوس کی گئی، اور اس سے مستقبل میں اچھی توقعات قائم کی جانے لگیں حتیٰ کہ بعض کہنے والے کہنے لگے کہ اگلی صدی اسلام کی صدی ہوگی۔ چنانچہ جب ہجری تاریخ سے نئی صدی شروع ہوئی تو بڑا غلغلہ اٹھا کہ یہ صدی اسلام کی صدی ہے اور دنیا کی قیادت اب دیر سویر مسلمان کریں گے، یہ دیکھو فلاں جگہ بڑی دینی و ملی بیداری ہو رہی ہے، فلاں جگہ اتنے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں، فلاں جگہ ایسی ایسی دینی تحریکیں چلنا شروع ہو گئی ہیں۔ عیسوی تقویم کو بنیاد بنانے والوں نے کہا کہ اکیسویں صدی آرہی ہے، یہ اسلام کے عروج و غلبہ کی صدی ہوگی، یورپ ٹوٹ رہا ہے، اب دنیا کی قیادت مسلمان قومیں لیں گی، کسی نے ترکی کی طرف دیکھا، کسی نے پاکستان سے امید قائم کی، کسی نے مصر کی طرف، کسی نے لیبیا کی طرف اور کسی نے سعودی عرب کی طرف اور کسی نے ایران کی طرف دیکھا اور یہ دیکھنا ظاہری آثار و حالات کے لحاظ سے غلط بھی نہ تھا کیونکہ ان سب جگہوں پر بعض بعض قیادتوں نے بہت امید پیدا کر دی تھی۔

اس سلسلہ میں مسلمان صحافت نے بھی شور مچایا اور مسلمان تحریکوں نے بھی حصہ لیا، لیکن دیکھنے میں یہ آیا کہ مسلمانوں کا اس وقت مزاج کام کرنے سے زیادہ نام کرنے کا بن گیا ہے، وہ کام سے زیادہ کام کا تذکرہ، جد و جہد سے زیادہ جد و جہد کا اعلان اور پروگرام پر عمل کرنے سے قبل اس کا بے تحاشا اعلان اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہیں، وہ اپنے مخالف کو اس کا مقابلہ کرنے سے قبل ہوشیار کر دیتے ہیں اس کو شکست دینے کا اپنا طریقہ اور انداز کار بتا دیتے ہیں۔

مسلمانوں کی یہ کمزوری ایک بڑی کمزوری کہی جا سکتی ہے لیکن یہ ایک نفسیاتی کیفیت بھی ہے کہ آدمی اپنی ترقی، توقع اور کامیابی کا چرچا کرتا ہے اور اپنی پریشانی کا تذکرہ بھی زور سے کرتا ہے، لیکن رہبران ملت جو فہم و فراست میں بڑھے ہوئے ہیں اس نفسیاتی کیفیت کو کنٹرول کر سکتے ہیں اور تذکرہ و چرچے کی اس خواہش کو دوسری طرف موڑ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ان حالات کا چرچا کیا جائے جن میں انھوں نے دنیا کو اخلاق و انسانیت کا درس دیا اور قوموں اور نسلوں کو حیوانی زندگی سے نکال کر انسانی زندگی میں داخل کیا انھوں نے مصیبت زدہ دنیا کو مصیبت سے نکالا، غلاموں کو ان کی حقیر پوزیشن سے نکال کر دوستانہ و مساویانہ پوزیشن میں پہونچایا عورت کو ساز و سامان کی حیثیت سے نکال کر کامل انسانی حقوق کی مستحق اور رفیقۂ حیات کا درجہ دیا، بچیوں کو عار و ذلت کا سبب سمجھ کر زندہ دفن کر دینے سے بچا کر نعمت اور باعث اجر و ترقی سمجھنے کا ذریعہ بنایا، انسان تو انسان ہے ہر ذی روح کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا سبق دیا، مساوات انسانی کا ایسا سبق دیا کہ دیکھنے والے دیکھ کر ششدر رہ گئے اور اس دین کی خوبی اور اس ملت کی عظمت کو مان گئے۔ چنانچہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور پوری پوری قومیں مسلمان ہو گئیں۔

بھلا غور کیجئے کہ کہاں ایسی مثالیں ملیں گی کہ مسلمان فوجوں نے ایک علاقہ کو فتح کیا، علاقے والوں نے مسلمانوں کے خلیفہ سے شکایت کی کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان اچانک حملہ نہیں کرتے، پہلے اپنی بات پیش کرتے ہیں اس کے نہ ماننے کے بعد کہہ کر حملہ کرتے ہیں، اس فوج نے ایسا نہیں کیا، اس شکایت پر خلیفہ نے حکم دیا کہ مسلمان فوجیں مقبوضہ ملک چھوڑ دیں، واپس آجائیں اور پہلے اپنی دعوت اور پیغام پیش کریں اور صلح کے ذریعہ معاملہ کو انجام دینے کی کوشش کریں، اس میں ناکامی کے بعد حملہ کریں۔ چنانچہ مسلمان فوجوں نے مقبوضہ ملک چھوڑ دیا اور اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورا ملک اتنا متاثر ہوا کہ خود سے مسلمان ہو گیا۔

بھلا بتایئے کہ کس نے یہ تعلیم دی کہ تمہارے لیے ہر ذی حیات کے ساتھ سلوک کرنے میں اجر ہے، اور ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دینے پر جنت چلے جانے کی بشارت دی اور ایک بلی کو کمرے میں بند کر کے مارنے پر آخرت کے عذاب کی خبر دی۔

بھلا بتایئے کہ یہ کس کے یہاں ملتا ہے کہ انتقال کے وقت نزع کی حالت میں یہ کہے کہ اپنے رب کی عبادت کرتے رہو اور اپنے غلاموں کے ساتھ سلوک کرو۔

بھلا بتایئے کہ یہ کہاں ملتا ہے کہ مصر کے مسلمان حاکم کے لڑکے نے ایک مصری سے گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں پیچھے آجانے پر ایک کوڑا مار دیا، مصری نے خلیفۃ المسلمین سے شکایت کی۔ خلیفۃ المسلمین نے مصری حاکم کے لڑکے کو مع باپ کے طلب کیا اور مصری کے ہاتھ سے دونوں پر کوڑا چلوایا اور حاکم سے کہا کہ تم لوگوں نے کیا انسانوں کو غلام بنا لیا ہے حالانکہ خدا نے ان کو آزاد پیدا کیا ہے، ذرا غور کیجئے وہ اس زمانہ کی بات ہے جب دنیا کے متمدن ملکوں میں اور تہذیب و تمدن کے گہواروں میں غلاموں اور قیدیوں کو دعوتوں میں مہمانوں کی تفریح کے لیے جلایا جاتا تھا، اخلاق و انسانیت پر عمل کا اتنا بڑا فرق ہے۔

بھلا بتایئے یہ کہاں ملتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ایک مہم میں مسلمانوں کے لشکر کا سربراہ اپنے سابق غلام کے نوجوان لڑکے کو بنا دیا، لشکر جانے سے قبل آپ کی وفات ہوگئی، آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر روانہ کرنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ اس لشکر میں بڑے بڑے عرب کے سردار ہیں اگر اس نوجوان کے بجائے کسی بڑے سردار کو قائد بنا دیا جائے تو زیادہ مضبوطی ہوگی، خلیفۃ المسلمین نے کہا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اسی کو قائم رکھا جائے گا اور یہی نوجوان اور سابق غلام کے صاحبزادے ہی قیادت کریں گے چنانچہ سب نے اطاعت کی اور انہی کی قیادت میں کام کیا اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

یہ واقعات اور ان کی اتباع میں مسلمانوں کی تاریخ میں سیکڑوں اور ہزاروں واقعات کیوں نہیں ہمارے اپنے چرچے اور تذکروں کا موضوع بنتے کہ غیر مسلم حضرات کے علم میں آئیں جن کو جان کر وہ کہیں کہ مسلمان ویسا نہیں ہوتا جیسا ہم نے غلطی سے اب تک سمجھ رکھا تھا اور جیسا چند بے راہ مسلمانوں کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے، اگر کوئی مسلمان چوری کر لیتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام نے چوری کی اجازت دی ہے، کوئی مسلمان کسی پر ظلم کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کو ظلم کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کا پریس ان کے جلسے ان کے مظاہرے یہ تو ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمان اپنے حریفوں کو اس طرح زک دیں گے، اس طرح شکست دیں گے۔ لیکن اپنے مخالفوں اور حریفوں کے ذہنوں کو بدلنے کی نہ کرنے کے برابر کوشش کرتے ہیں، ان کے مخالفوں اور حریفوں نے مسلم دشمن پروپیگنڈے ہی کو سنا اور جانا ہے کہ مسلمان اپنے مخالف کو ظالمانہ طریقے سے ختم کر دیتا ہے اس کو صرف داد عیش دینے اور من مانی کرنے اور اخلاق و قانون توڑنے سے ہی دلچسپی ہے، وہ اچھا شہری نہیں ہوتا، اچھا پڑوسی نہیں ہوتا، اچھا ساتھی نہیں ہوتا، وہ ناقابل اعتبار ہے، ناقابل برداشت ہے۔ بھلا بتایئے ان خیالات کے ساتھ مسلمانوں کے دشمن اور حریف مسلمانوں کے معاملہ میں کیا رویہ رکھیں گے اور کیا معاملہ کریں گے۔

آج ساری دنیا میں مسلمانوں پر مصیبت آئی ہوئی ہے، ہر جگہ مسلمانوں کو اپنی مذہبی آزادی اور باعزت اسلامی زندگی کے لیے سخت جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے اور ان کی اس جدوجہد کو ہر جگہ پوری طاقت سے دبایا جا رہا ہے بلکہ بہت ظالمانہ طریقہ سے کچلا جا رہا ہے، یورپ ہو یا ایشیا یا امریکہ ہر جگہ اسلام کے نام لینے والے مصیبت میں مبتلا کیے جا رہے ہیں جیسے کہ کوئی خونخوار طاقت ابھرنے لگی ہو اور اس کو کچلنے کے لیے سب کے سب لگ جائیں۔ ضرورت ہے کہ اس مصیبت کے جتنے حصے کو ہم دعوت و وضاحت کے جائز و موثر طریقوں کے ذریعہ دور کر سکیں اس سے دور کریں اور جو وضاحت اور صحیح واقفیت کے بعد ہو اس کا پوری طاقت اور ہمت سے مقابلہ کریں۔

اس کے لیے اپنے عمل کو اور تعلق مع اللہ کو بھی درست کرنا ہوگا۔ اور مسلمانوں کے ایمان و اخلاق کو اسلام کی صحیح تعلیمات کے مطابق بنانے کے لیے دعوت و تربیت کے کام کو اصول و طریقہ کے مطابق سنجیدہ اور ٹھوس طریقے سے کرنا ہوگا اور اس پر خاصا وقت صرف کرنا ہوگا، شور و پروپیگنڈے کو ضرورت کے مطابق رکھنا ہوگا، اس میں ہم کو جتنی کامیابی ہوگی، اتنی ہی اللہ کی طرف سے نصرت حاصل ہوگی اور کامیابی ملے گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وأنتم الاعلون ان کنتم مومنین" کہ سربلند تم ہی رہو گے اگر تم ایمان والے ہو، ہمیں ایمان کے تقاضے پورے کرنے ہوں گے تب ہی ہم کو سربلندی ملے گی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ

اسلامی ممالک میں ذہنی کشمکش اور اس کے اسباب

ذیل میں ہم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی وہ فکر انگیز تقریر پیش کر رہے ہیں جو آج سے تقریباً ۱۶ سال قبل یعنی ۱۶ جولائی ۱۹۷۸ء کو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد میں کی گئی تھی جس میں یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ مقامی اور بیرونی سربرآوردہ حضرات، علماء، سیاسی رہنما اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان موجود تھے۔ مولانا کی اس تقریر میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس سوال کا جواب بھی ملے گا کہ ممالک اسلامیہ میں جو ذہنی، فکری و سیاسی بے چینی اور کشمکش پائی جاتی ہے وہ دوسرے غیر اسلامی ملکوں میں کیوں نہیں پائی جاتی۔ اس تقریر سے خود مسلمانوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے بہت سے سوالات کا جواب مل جائے گا اور مسلمانوں پر طنز کرنے والے غیر مسلموں پر بھی اس کی حقیقت کھل جائے گی۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا۔

وائس چانسلر، اساتذۂ کرام، برادران عزیز! اس جامعہ کی نسبت جس گرامی شخصیت سے قائم ہے، اس کی دعوت پر مجھے یہاں آنے سے جو مسرت ہوئی وہ کم دانش گاہوں میں جانے سے ہوئی ہوگی، میں اپنی اس تقریر کا آغاز فارسی کے اس مشہور مصرعہ سے کرنا چاہتا تھا کہ ؎

"غریب شہر سخنہائے گفتنی دارد"

لیکن چونکہ اس جامعہ اور اس دانش گاہ کی نسبت اقبال سے ہے، اس لیے اب میں اس کے بجائے جگر کا مصرعہ پڑھوں گا ؎

"میں چمن میں چاہے جہاں رہوں مرا حق ہے نخل بہار پر"

یہ اگر اقبال کا چمن ہے تو میں بھی اس کا بلبل ہوں اور مجھے اس چمن کے کسی بھی شاخسار پر بیٹھنے کا حق ہے اس لیے میں غریب شہر نہیں ہوں، مجھے اس شہر کا ایک بلبل سمجھیے۔

حضرات! وقت بہت کم ہے اور اقبال نے تعلیم پر جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کے سامنے ہے اور میں یہ گزارش کروں گا اس جامعہ کے ذمہ داروں سے کہ اسے ایک مستقل مضمون کی حیثیت سے یہاں نصاب میں داخل کریں، تعلیم کے بارے میں اقبال کا نقطۂ نظر اور اقبال کی تنقید اور ان کے خیالات پر اگرچہ مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اس کو علاحدہ کر کے اور مستقل فن اور مستقل موضوع بنا کر اس جامعہ میں تحقیقی کام ہونا چاہیے، اقبال ان چند خوش قسمتوں میں سے تھے جو خود اپنے الفاظ میں جدید نظام تعلیم کے آتش کدہ یا نار نمرود میں بیٹھ کر بہت کچھ ابراہیمی خصوصیات کے ساتھ نکلے۔

انھوں نے اس پر بھی فخر کیا ہے کہ میں اس جال میں پھنسا تھا لیکن اس کا دانہ نہ نکل گیا، میرے بال و پر اس جال میں پھنسے نہیں رہے ؎

طلسم علم حاضر را شکستم
ربودم دانہ و دامش گسستم
خدا داند کہ مانند براہیم
بنار او چہ بے پروا نشستم

مشرقی ممالک کے نوجوان مغرب اور خاص طور پر انگلستان جس کو ہندوستانی ولایت کے نام سے یاد کیا کرتے تھے، تعلیم کے لیے جایا کرتے تھے (اقبال کے لیے معذرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں) جو بڑے اقبال مند ہوتے تھے ان کو وہاں کا سفر نصیب ہوتا تھا، وہ اس پر پھولے نہیں سماتے تھے، میرے شعور کی آنکھیں پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر کھلی ہیں۔ میں نے تحریک خلافت کو بہت قریب سے دیکھا ہے، میں اس کا ایک طرح سے معاصر و ہم عمر ہوں، اس زمانہ میں انگریز کا طوطی بولتا تھا، کسی کھاتے پیتے گھر کے لیے سب سے بڑے فخر کی بات یہ تھی کہ اس خاندان کا کوئی لڑکا ولایت چلا جائے، سارے ضلع میں دھوم مچ جاتی تھی کہ فلاں زمیندار صاحب، فلاں سید صاحب، فلاں شیخ صاحب، فلاں خاں صاحب کے صاحبزادے ولایت گئے ہیں۔ اس وقت مصر و شام سے کم ہندوستان سے زیادہ مغربی ممالک کی طرف نوجوانوں کا رخ تھا۔ غیر منقسم ہندوستان سے اس وقت بہترین جوہر اور بہترین صلاحیتیں رکھنے والے نوجوان انگلستان گئے اور وہاں

خاص طور پر آکسفورڈ اور کیمبرج میں انھوں نے تعلیم پائی۔ ہم برصغیر کے مسلمان اس پر فخر کر سکتے ہیں کہ وہاں کے اسلام سوز اور اخلاق سوز ماحول کے اثرات سے جو لوگ آزاد ہو کر نکلے بلکہ ایک طرح سے باغی ہو کر نکلے ان میں ہم دو شخصیتوں کے نام لے سکتے ہیں، ایک علامہ اقبال اور ایک مولانا محمد علی جوہر، مصر بلکہ مشرق وسطیٰ کو بھی اپنی طویل تاریخ میں یہ فخر حاصل نہیں، وہ کسی ایسے مغربی نوجوان تعلیم یافتہ کا نام نہیں لے سکتا جس نے اقبال کی طرح اپنی خودی کو قائم رکھا ہو بلکہ وہ خودی کا مبلغ بن کر آیا ہو، اور مولانا محمد علی جوہر جیسا جو ہر قابل جو اس تہذیب کا باغی، اس ملک کا باغی اور ایک شعلۂ جوالہ بن کر آیا یہ ہمارے اس تحتی برِ اعظم کے لیے فخر کی بات ہے، کم سے کم یہ دو نام ہیں جن کو پیش نہیں کیا جا سکتا، ورنہ میں اور بھی بہت سے نام پیش کر سکتا جو وہاں سے کچھ لے کر آئے، کچھ کھو کر نہیں آئے، حقیقت کا علم تو صرف اللہ کو ہے، لیکن ہم اقبال کا کلام پڑھتے ہیں، مولانا محمد علی جوہر کی تحریریں پڑھتے ہیں کامریڈ میں اور ہمدرد میں، تحریکِ خلافت میں انھوں نے جو قائدانہ کردار ادا کیا اس کو دیکھتے ہیں، ان کی تقریریں پڑھتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مغربی تہذیب کا فکری طور پر اقبال سے بڑھ کر باغی اور مغربی سیاست اور تمدن کا محمد علی سے بڑھ کر باغی مشرق کے اسلامی ممالک میں نہیں ملتا، اقبال نے اس پر بجا فخر کیا ہے۔ انھوں نے کہا ہے

نشستم با نکویان فرنگے
زاں بے سوز تر روزے ندیدم

میں خوبانِ فرنگ کے ساتھ بیٹھا (ان کی مردِ جمال علمی و جمالِ تہذیبی سے ہے) اپنی عمر میں کوئی ایسا بے نور دن یاد نہیں جو ویسا گزرا ہو، کبھی انھوں نے کہا ہے

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

انھوں نے اپنی خودی کو برقرار رکھا، بلکہ وہ خودی کے مبلغ بن کر آئے، انھوں نے مغربی علوم کے قلب و جگر میں اتر کر مغرب کی کمزوری کو دیکھا اور اس سے فائدہ اٹھایا، آپ کی اس جامعہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کا انتساب اقبال سے ہے۔

وقت کم ہے، آپ کے سامنے ایک مسئلہ رکھنا چاہتا ہوں جس پر ہماری تمام جامعات کے دانش وروں کو اور ہمارے تعلیمی پالیسی بنانے والوں کو غور کرنا چاہیے۔ ابھی دو تین سال کا واقعہ ہے کہ میں بیروت گیا، میرے ایک بڑے ذہین صاحبِ علم دوست مجھے اپنی گاڑی پر بیروت کی سیر کرا رہے تھے۔ انھوں نے گاڑی چلاتے ہوئے مجھ سے کہا کہ مولانا، آپ سے میں ایک سوال کرتا ہوں کہ ممالک اسلامیہ میں جو ذہنی، فکری و سیاسی بے چینی اور کشمکش پائی جاتی ہے یہ غیر اسلامی ممالک میں کیوں نہیں پائی جاتی، یہ ہندوستان، جاپان یا سیلون میں کیوں نہیں پائی جاتی، یہ اسلامی ممالک کے ساتھ کیوں مخصوص ہے؟ یہاں ایک صف آرائی اور قیادتوں اور عوام میں دو مقابل محاذ بنے ہوئے ہیں، اس کے نتیجہ میں انقلابات کثرت سے آتے ہیں، حکومتیں تبدیل ہوتی ہیں، عوام کو اپنے قائدوں اور حکمرانوں پر بھروسہ نہیں اور برسرِ اقتدار طبقہ کو عوام کی طرف سے اطمینان نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ان کے سوال کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکا، ان کو باتوں میں مشغول رکھا، مگر واقعہ یہ ہے کہ خود میرے ذہن کے اندر ایک سوال پیدا ہو گیا کہ شاید اس سے پہلے یہ سوال میرے ذہن میں نہیں تھا کہ آخر کیوں ایسا ہے اور اس بے چینی کے کیا اسباب ہیں، روز ہم سنتے ہیں کہ ان ملکوں میں مستقل ٹکراؤ ہے، وہاں تہذیبوں کا ٹکراؤ ہے، مستقل فلسفہ اخلاق کا ٹکراؤ ہے، بعد میں میرے ذہن میں اس کا ایک جواب آیا، وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس کی وجہ سے مجھ پر اور آپ پر اور ان جامعات کے ذمہ داروں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

بات یہ ہے کہ جو فلسفۂ تعلیم ان غیر اسلامی ممالک میں آیا وہاں کے اقدار اور بنیادی عقائد سے متصادم نہیں تھا، ان اقدار میں اول تو جان نہیں تھی، جان تھی بھی تو ان میں ہر نئے فلسفے کو قبول کرنے کی صلاحیت تھی، ان کی تو بنیاد ہی مستحکم نہیں، بہت سیال و رقیق قسم کی چیزیں ہیں، مثلاً میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ جب جواہر لال صاحب سے پوچھا گیا کہ ہندو کی کیا تعریف ہے؟ تو انھوں نے بہت سوچنے کے بعد کہا کہ جو اپنے کو ہندو کہے وہ ہندو ہے۔ ہمارے ایک دوست نے واقعہ سنایا، وہ محکمۂ تعلیم کے آدمی تھے، کہ ہم لوگ اسٹاف روم میں بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ایک ہندو پروفیسر دوست سے کہا پروفیسر صاحب ہم سے اگر پوچھا جائے کہ دو لفظوں میں اسلام کا خاصہ بیان کر دو تو ہم کہیں گے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھنا ہے، اگر آپ سے پوچھا جائے کہ دو لفظوں میں آپ ہندوئیت کی تعریف کر دیجئے تو آپ کیا کہیں گے اور دیکھئے کسی گہرے فلسفے کی ضرورت نہیں ہے، میری لائبریری میں بہت سی کتابیں ہیں میں پڑھ لوں گا۔ آپ تو اس وقت دو لفظوں میں بتا دیجئے کہ اگر مجھ سے ہی کوئی پوچھے کہ ہندو کسے کہتے ہیں اور اس کی کیا تعریف ہے تو میں کیا جواب دوں؟ تھوڑی دیر سوچتے رہے، کہنے لگے، مسٹر قدوائی! اصل بات یہ ہے کہ جو کسی چیز میں BELIEVE نہیں کرتا وہ بھی ہندو ہے اور جو ہر چیز میں BELIEVE کرتا ہے وہ بھی ہندو ہے،

تو ان کا نظام عقائد اگر ہے تو وہ اتنا روادار ہے کہ ہر فلسفہ کا ساتھ دے سکتا ہے، اس کا کوئی ٹکراؤ نہیں، اس لیے فرض کیجئے کہ مغرب کا نظامِ تعلیم جب ہندوستان میں آیا تو اس نے ہندو سوسائٹی میں کوئی بے چینی پیدا نہیں کی، کچھ پرانے لوگ تھے جو کہتے تھے کہ سمندر کا سفر نہیں کر سکتے، صبح کا نہانا ضروری ہے، اس کے بغیر کھانا نہیں کھا سکتے، اس کے اندر کیا جان ہے؟ تھوڑے دنوں کے اندر معلوم ہو گیا کہ ہم نے بے سوچے سمجھے باتیں قبول کر لی تھیں، یہ موجودہ تمدن کے ساتھ نہیں چل سکتیں، لیکن اصل مسئلہ پیش آیا ہمارے مسلم معاشرہ کو، وہاں توحید کا ایک مفہوم ہے، اس کے حدود معین ہیں کہ یہاں تک ایمان ہے، اس کے بعد کفر کی سرحد شروع ہو جاتی ہے، ایک وقت میں آدمی کئی مذاہب کا وفادار نہیں ہو سکتا بیک وقت آدمی توحید و شرک کو جمع نہیں کر سکتا اور یہ خیال کہ مغرب سب کچھ ہے اور وہی قیادت کا اہل ہے، پھر اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دائمی و عالمی رہنما اور معیار ماننا، اقبال ہی کے الفاظ میں کہے

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل بھی سمجھے اور مغربی تہذیب کو حرفِ آخر بھی سمجھے، سائنس کو علم کی معراج بھی سمجھے، دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں اس لیے جینی ان ملکوں میں نہیں ہو سکتی جہاں مذہب کا کوئی مثبت معین نظام نہیں تھا، جس کو کسی بات پر اصرار نہیں کہ یہ ہدایت ہے، یہ ضلالت وماذا بعد الحق الا الضلال فانی تصرفون ہدایت کے بعد ضلالت کے علاوہ باقی کیا رہتا ہے، وہ کہتا ہے نور ایک ہے، ظلمات بے شمار ہیں، آپ قرآن مجید میں دیکھئے کہیں نور کی جمع استعمال نہیں ہے، کیا عربی میں نور کی جمع آتی نہیں، کوئی طالب علم کہہ دے "انوار" آتی ہے۔ آپ کے یہاں کتنے بھائیوں کے نام انوار ہوں گے، ممکن ہے دو چار انوار یہاں بھی مل جائیں، تو نور کی جمع صرف یہ کہ موجود ہے بلکہ غیر فصیح بھی نہیں ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی نظر میں نور ایک ہی ہے اور ظلمات کا کوئی حساب و شمار نہیں، ظلمات ایک کروڑ بھی ہو سکتی ہیں، لیکن نور ایک ہوگا، ومن لم یجعل اللہ لہٗ نوراً فما لہ من نور، جس کے لیے اللہ کی جانب سے نور نہ ملے اس کے لیے نور کا کوئی اور ذریعہ اور سرچشمہ نہیں، جس مذہب کی اور دین کی فطرت یہ ہے کہ اس پر اس کو اصرار ہے کہ تنہا وہی حق ہے، جس کو اس پر اصرار ہے کہ نور و ایمان کے حدود معین ہیں، اس کو اس پر اصرار ہے کہ اسلام ایک تمدن بھی رکھتا ہے، خالی عقائد کا نام نہیں ہے، جب مغربی تہذیب اپنے پورے تصورات کے ساتھ، پورے اقدارِ حیات کے ساتھ، پورے مقاصد کے ساتھ آئی، تو اس کا اس سے ٹکراؤ لازمی تھا، ٹکراؤ ہوا اور خوب ہوا، پھر اس کے بعد ایک دوسرا سانحہ یہ پیش آیا کہ اس ملک و قوم کے ذہین کھاتے پیتے گھرانے کے نوجوانوں نے مغربی تعلیم حاصل کی اور عوام اپنی اسی حالت پر رہے، وہ اسی ورثہ کو اپنے سینے سے لگائے رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نیا تعلیم یافتہ طبقہ عوام کے تصورات اور عوام کے احساسات و جذبات سے اتنا بیگانہ بن گیا کہ جیسے ایک نئی قوم پیدا ہوتی ہے، یعنی دو نئی قومیں پیدا ہو گئیں، اور دوسری مصیبت یہ پیش آئی کہ جدید تعلیم یافتہ طبقے نے محسوس کیا اور تجربوں کے بعد اس کو یہ معلوم ہوا کہ اگر وہ زندگی چاہتا ہے، قیادت باقی رکھنا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ عوام کے اس دینی جذبہ کو یا تو نافذ کر دے یا اتنا کمزور کر دے کہ وہ اس کے راستہ میں مزاحم نہ ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے تعلیم کے ذریعہ ابلاغ کے ذرائع کے ذریعہ صحافت کے ذریعہ، ادب و لٹریچر کے ذریعہ، یہاں تک کہ شاعری کے ذریعہ عوام کی اس دینی حمیت کو، اس اسلامی غیرت کو اور ان کی اس ذکاوت حس کو ختم کرنے کی کوشش شروع کر دی، اب مستقل محرکہ پیش آیا ان ملکوں کو کہ انھوں نے دیکھا کہ اگر یہیں رہنا ہے تو عوام اگر اسی طرح رہے، ان کے یہی احساسات و جذبات رہے تو کبھی یہ عوام ہمارے خلاف صف آرا ہو سکتے ہیں، یہ میں کہانی سنا رہا ہوں آپ کو مصر کی، شام کی، عراق کی، ترکی کی، میں نہیں کہتا کہ یہ ہر ملک کی کہانی ہے، اور خدا کرے اس ملک میں یہ ڈرامہ کبھی اسٹیج نہ ہو، لیکن ہے یہ ترقی یافتہ مسلم ممالک کی کہانی، ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا جو اسلام سے نہ صرف یہ کہ بے گانہ تھا، بلکہ اس کو اس سے ایک طرح کا بُعد اور وحشت تھی، یہ عوام کا کیا حال ہے، یہ بالکل چھوٹی موٹی بن گئے ہیں، چھوٹی موٹی کو ہاتھ لگایا اور وہ سمٹ گئی، ٹھرما گئی، تو کیا عوام بالکل چھوٹی موٹی ہیں، ان کا عقیدہ اتنا کمزور ہے، ارے بھئی اگر کچھ لوگ شراب پیتے ہیں تو پھر اس میں کون سی ایسی مصیبت آئی اور اگر ٹیلی ویژن پر یہ سب کچھ دکھایا جاتا ہے اور اس سے لڑکوں اور لڑکیوں پر اثر پڑتا ہے تو ایسی کیا قیامت آجاتی ہے؟ وہ کھائیں پئیں، دوکان اور کاروبار کریں، دولت پیدا کریں، ان کو اس سے کیا تعلق ہے، مذہب تو ایک پیشوا کا معاملہ ہے، ان کے استادوں نے اور مغرب کی یونیورسٹیوں نے ان کے دل و دماغ میں یہ بات اتار دی ہے کہ مذہب تو ایک شخصی معاملہ ہے، اور مذہب کی بقا بھی اسی میں ہے کہ شخصی معاملہ رہے اور اب دنیا اسی طرح چل سکتی ہے

کہ مذہب شخصی معاملہ سمجھا جائے۔ ان کے ذہن نے پہلے سے اس کو قبول کر لیا، اب یہاں وہ آئے تو دیکھا کہ عوام حکومت کے معاملہ میں دخل دیتے ہیں، تنقید کرتے ہیں، بات بات میں متاثر بلکہ مشتعل ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے ایک نیا محاذ کھول دیا۔ جمال عبدالناصر کے دور میں مصری عوام کے خلاف مصر کی ساری طاقت اور اس کی مشینری لگ گئی، فوج پولیس بن گئی۔ مصر کے سارے وسائل و ذخائر اور مصری قوم کی ساری توانائیاں اور جو جماعت برسر حکومت تھی اس کی ساری ذہانت اس جذبہ کے کچلنے میں لگا دی گئی جو ان کے لیے کسی وقت بھی آگ کی صورت اختیار کر سکتی تھی۔ جو دور جمال عبدالناصر کی لیڈر شپ کا گزرا یہ بجائے اسرائیل سے لڑنے کے، بجائے یکسو نرم سے لڑنے کے، بجائے الحاد سے لڑنے کے، یہ پُرامن شہریوں سے لڑنے میں صرف ہوا، اور ان دینی اور اسلامی تحریکوں کے ختم کرنے میں خرچ ہوا، اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی، اس کے اثرات کہاں تک باقی رہے، یہ کہنا مشکل ہے، لیکن یہی حقیقی جنگ تھی جو وہاں لڑی گئی، یہی حقیقی جنگ ہے جو شام و عراق اور لیبیا و تونس، الجزائر اور مراکش میں لڑی جا رہی ہے، کہیں گرم، کہیں نرم، میں عرب ملکوں کے علاوہ کسی غیر عرب ملک کا نام نہیں لوں گا، یہ مصنوعی کازار پیدا کی ہے ان دو فلسفوں نے، ان دو متوازی نظام تعلیم نے، ہمارے مدارس میں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ تو قال اللہ و قال الرسول کی تعلیم ہے اور یہاں جو تعلیم دی جاتی ہے وہ اس کی نفی کی تعلیم ہے، جب انگریزی دور اقتدار (غیر منقسم) ہندوستان میں آیا، اور انگریزوں کا نظام تعلیم آیا تو اکبر نے وہ شعر کہا جس سے بہتر شعر آج تک جدید لادینی نظام تعلیم اور اس کے دور رس نتائج کے متعلق آج تک کسی نے نہیں کہا ہے، مغربی نظام تعلیم کے اثرات کے بارے میں اس سے زیادہ سادہ الفاظ میں اس سے زیادہ گہری حقیقت نہیں بیان کی گئی۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

انھوں نے اس حقیقت کو بیان کیا کہ فرعون نے اپنی غباوت اور کند ذہنی سے خواہ مخواہ اپنے خلاف اتنا پروپیگنڈہ کرایا اور اپنے لیے اتنی مشکلات پیدا کیں کہ آج تک صحف سماوی تک میں وہ علامت ہے جبر و استبداد کی، وہ نظام تعلیم بدل دیتا تو بجائے بدنامی کے نیک نامی ہوتی، بجائے اس کو جہالت کی ایک علامت سمجھ لینے کے علم کا سرپرست مانا جاتا، مربی مانا جاتا، اس کے نام سے کتنی یونیورسٹیاں قائم ہوتیں، کتنی اکاڈمیاں قائم ہوتیں، سعودی عرب میں بھی مغربی نظام تعلیم سے اب یہ کشمکش پیدا ہو رہی ہے۔

ہر ایسے ملک کو جس کو اسلام کی خدمت کرنی ہے اور جس کو اسلام کا جھنڈا بلند کرنا ہے، اپنے ملک کو اس ذہنی کشمکش سے بچانا چاہیے، اس لیے کہ اس ذہنی کشمکش کے شروع ہو جانے کے بعد پھر وہ ساری ذہانتیں اور قوت عمل وہ سب کی سب اس میں لگ جاتی ہیں، ملک کی تعمیر میں، ملک کو مستحکم کرنے میں، سالمیت کی حفاظت میں جو توانائیاں صرف ہونی چاہئیں اس میں صرف ہوتی ہیں، کون جیتے، کون ہارے، کس کا فلسفۂ اخلاق، کس کا فلسفہ مابعد الطبعیات، کس کا فلسفۂ حیات غالب اور کارفرما رہے۔

میں اس جامعہ سے توقع کرتا ہوں کہ دوسری جامعات کے مقابلہ میں وہ یہ اصلاحی قدم پہلے اٹھائے گی، اس لیے کہ جس مفکر اسلام سے اس کو نسبت ہے وہ موجودہ نظام تعلیم سے غیر مطمئن تھا، وہ اسلامی ملکوں میں اس نظام تعلیم کے نافذ ہونے سے ہراساں و ترساں رہتا تھا، وہ اگر زندہ ہوتے تو شاید مطالبہ اس کا کرتے کہ سب سے پہلے نظام تعلیم بدلا جائے اس لیے کہ انھوں نے کہا ہے کہ یہ وہ تیزاب ہے جس میں انسان کی خودی کو ڈال کر بالکل تحلیل کر دیا جاتا ہے ؎

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر

تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

عمان میں ایک مکالمہ تھا۔ استاد کامل الشریف جو آج کل وہاں وزیر اوقاف ہیں، وہ، میں اور سعودی عرب کے ایک فاضل شیخ احمد جمال تینوں سے سوال کیے جا رہے تھے یہ مکالمہ ریڈیو پر بھی نشر ہوا تھا۔ مجھ سے کہا گیا، اس وقت کی سب سے بڑی مصیبت خصوصاً نوجوانوں کی پریشانی کا اصل سبب کیا ہے، میں نے کہا، زندگی کا تضاد، وہ بیک وقت اتنی متضاد چیزیں دیکھتے ہیں، گھر کا نقشہ کچھ دیکھتے ہیں، باپ دادا کی روایت کچھ سنتے ہیں، اسکول یا کالج جا کر کچھ سنتے ہیں، ادب پڑھتے ہیں اور لٹریچر دیکھتے ہیں تو اس میں کچھ اور دعوت پاتے ہیں، ٹیلی وژن اور ریڈیو پر وہ تفریح حاصل کرتے ہیں وہ ان کو کچھ اور دیتا ہے۔ اس نے ایسا کنفیوژن (CONFUSION) پیدا کر دیا ہے، ایک ایسا دماغی تضاد اور انتشار پیدا کر دیا ہے کہ فیصلہ نہیں کر پاتے، جب تک یہ حالت ہے کہ ایک گاڑی میں دو گھوڑے جتے ہوئے ہیں، ایک مشرق کی طرف لے جا رہا ہے ایک مغرب کی طرف لے جا رہا ہے، اس گاڑی اور گاڑی پر بیٹھنے والے مسافر کا اللہ ہی حافظ ہے۔ یہ تضاد سوسائٹی سے، ہمارے نظام تعلیم سے ختم ہونا چاہیے۔ (باقی ص ۲۱ پر)

مولانا محمد ناظم ندوی، سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء

تقویم ناسوتی اور تقویم ملکوتی کے درمیان کیا فرق ہے؟

یہ ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی

ذیل کا مضمون حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے رفیق قدیم ادب عربی کے محقق و زبان کے آشناس مولانا محمد ناظم صاحب سابق مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء اور سابق شیخ الجامعہ بھاولپور و سابق استاد جامعہ اسلامیہ منورہ کا ایک فکر انگیز مضمون ہے "تقویم ناسوتی اور تقویم ملکوتی کے درمیان کیا فرق ہے"، عنوان سے ہمیں اندیشہ ہوا کہ عنوان دیکھ کر ہمارا متوسط عوامی دینی طبقہ جو اس قسم کی چیزوں کے پڑھنے سے کم دلچسپی رکھتا ہے، وہ اس دلچسپ مضمون کو نہ پڑھے جس میں زندگی کا پیغام اور ہمت و حوصلہ پیدا کرنے والی چنگاریاں موجود ہیں اس لئے عنوان کے بعد جلی حرفوں میں اقبال کا شعر لکھ دیا گیا ہے جو ہر بندۂ مومن کو منزل کی تلاش کی دعوت دیتا ہے۔

"تقویم ملکوتی" کے حساب سے کیونزم کی رو سے میں مدت زندگی صرف ایک گھنٹہ ۴۸ منٹ تھی۔ مندرجہ ذیل مضمون میں اس کو قرآن کریم کی آیات سے ثابت کیا گیا ہے۔

اس وسیع، لامتناہی و لامحدود خلاء (SPACE) میں مختلف قسم کے اجرام پائے جاتے ہیں جو مختلف قسم کے طویل و طویل تر مدارات (ORBITS) پر مختلف سیارگان کی گردش سے بنتے ہیں، کائنات میں "یوم" کا وہی تصور قائم ہوتا ہے جو سیارہ کی گردش سے بنتا ہے اور ذی شعور انسان اسی "یوم" کو زمانہ کی اکائی قرار دیتا ہے اور اسے زمانہ سمجھتا ہے۔ زمانہ کی یہ مدتیں، یعنی اکائیاں کائنات میں علیحدہ علیحدہ اور مختلف ہیں، زمانہ کے متعلق ایک زمینی تصور یعنی اہل زمین کو جس طرح نظر آتا ہے جو صبح و شام، رات دن کے آنے جانے سے انسان کے ذہن میں آتا ہے۔ اس زمینی نظام الاوقات میں ایک دن کو ۲۴ گھنٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر گھنٹہ ۶۰ منٹ اور ہر منٹ کو ساٹھ سیکنڈ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سات دن سے ہفتہ اور ہفتوں سے مہینہ اور ۱۲ ماہ سے سال بنتا ہے۔ ہم کرۂ ارضی پر آباد انسان اسی کو زمانہ سمجھتے ہیں۔ اس نظام الاوقات یا زمینی توقیت کو میں تقویم ناسوتی سے تعبیر کرتا ہوں۔

اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا نظام الاوقات ہے جس کو میں تقویم ملکوتی سے تعبیر کرتا ہوں یقیناً یہ دوسرا نظام الاوقات بھی اسی کائنات میں پایا جاتا ہے۔ اس دوسرے نظام الاوقات یعنی تقویم ملکوتی کے وجود پر قرآن کریم کی یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ "وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" (سورۃ الحج) ترجمہ: بالتحقیق، ایک دن تیرے پروردگار کے نزدیک ایک ہزار سال کے برابر ہے تمہارے شمار کے اعتبار سے قرآن کریم میں یوم تدبیر کا بھی ذکر ہے یہ دن بھی ہمارے تقویم ناسوتی کے حساب سے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔

"یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ امر کا انتظام کرتا ہے آسمان سے زمین تک پھر وہ عروج کرتا ہے اس کی طرف ایک دن میں جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے تمہارے شمار کے اعتبار سے۔

غالباً تخلیق کائنات میں یہی دن معتبر ہے یعنی آسمان و زمین کی تخلیق کی مدت اللہ تعالیٰ نے کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیل سے بیان کی ہے وہ مدت ۶ یوم ہے یعنی ۶ ہزار سال میں آسمان و زمین اور ان کی بقاء و استمرار کے وجود کیلئے "اقوات" یعنی اسباب حیات پیدا کئے ہیں۔ یعنی تخلیق کا عمل بھی تدریجی ہوا ہے کہ حکمت تخلیق کا یہی تقاضا تھا۔ قرآن کریم کی سات سورتوں میں آسمان و زمین کی تخلیق کی مدت ۶ دن بیان کی گئی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے جیسا کہ میں نے اوپر اجمالاً ذکر کیا ہے، اس نیلی چھتری کی وسعت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ معلوم نہیں کتنے ایام ایک دوسرے سے طویل تر پائے جاتے ہیں یہ تمام ایام جو زمانہ کی مختلف اکائیاں ہیں اور جو مختلف مدارات (ORBITS) پر مختلف سیارگان یعنی مختلف متحرک پیمانوں سے بنتی ہیں انہیں زمانہ کہا جاتا ہے۔ الغرض ایک وجود ممتد اور مستمر کی جس طرح تقسیم ہوتی ہے "مدارات" کے حدود میں زمانہ کا ایک تصور پیدا ہوتا ہے اور وہاں کی ذی شعور مخلوق کے نزدیک وہی

زمانہ ہوتا ہے۔ جسطرح ہمارے نظام شمسی کے مدار پر متحرک سیّارہ سے بنے ہوئے دن رات کو زمانہ سمجھا جاتا ہے اور ہمارا انسانی ذہن اسی کو زمانہ سمجھتا ہے۔ زمانہ کی حقیقت کیا ہے یہ ایک بہت ہی دقیق موضوع ہے اس پر میرا ایک مقالہ ہے جس کا عنوان زمان و مکان اور قرآن کریم ہے اس کے مطالعہ سے مرے زیر نظر مضمون کو سمجھنے میں آسانی ہوگی، لہٰذا ہر "مدار بہ گردش سیّارہ سے جو زمانہ کی ایک وحدت بنتی ہے وہاں کی ذی شعور مخلوق کے نزدیک وہی زمانہ ہے معلوم نہیں اس لامحدود اور لامتناہی خلا میں کس قدر طویل سے طویل مدارات ہوں گے جس کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔

تدبیر عالم کا [یعنی تقویم ملکوتی] کے حساب ایک دن ہمارے تقویم ناسوتی کے حساب ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ (سورۃ المعارج)

ایک سوال کرنے والے نے سوال کیا ایک ایسے عذاب کے متعلق جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے جس کو دور کرنے والا کوئی نہیں ہے (معارج) بالاخانہ، اسے اللہ کی طرف سے جس تک ملائکہ اور روح عروج کر کے جاتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

پہلی دو آیتوں میں ایک ایسے دن کا ذکر ہے جو ہمارے زمینی شب و یوم کے شمار میں ایک ہزار برس کے برابر ہے۔ سورۂ معارج میں ایک دوسرے دن کا ذکر ہے جو ہمارے زمینی شب و یوم کے حساب سے پچاس ہزار برس کے برابر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں ذکر کردہ دن کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اعتبار ہے اور تدبیر عالم میں بھی اسی دن کا اعتبار کیا گیا ہے۔ جو ہمارے زمینی حساب میں یعنی تقویم ناسوتی کے اعتبار سے اس کا ایک دن ہمارے حساب سے ایک ہزار برس کے برابر ہے۔ غالباً یہی تدبیر عالم والا دن تخلیق کائنات میں معتبر ہے یعنی اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آسمان و زمین اور اس میں اسباب حیات کی تخلیق کے زمانہ کو چھ یوم سے بیان فرمایا ہے، وہ ۶ دن تدبیر عالم والا دن ہے اسی طرح ۶ ہزار برس میں آسمان و زمین اور ان کے اسباب حیات کی تخلیق ہوئی ہے اور اگر سورۃ المعارج والے دن کا اعتبار کیا گیا ہے چھ دن ہمارے تین لاکھ برس کے برابر ہوں گے کیونکہ سورۃ المعارج میں ذکر کردہ ایک دن ہمارے پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔

لیکن اس آیت میں آگے چل کر یہ آیت یرونہ بعیداً و نراہ قریباً سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم قیامت کی مدت پچاس ہزار برس ہوگی

قرآن کریم میں تین قسم کے ایام بیان ہوئے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے دو مؤخر الذکر کے علاوہ کائنات یعنی خلاء غیر متناہی میں متعدد مدارات پر متعدد سیارگان کی حرکت سے پیدا ہونے والے "ایام" ان سے بھی طویل تر ہوں، ایک دن کئی لاکھ برس کا یا کئی کروڑ برس کا بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس خلاء لامتناہی میں "زمانہ" کا تصور اس سے بالکل مختلف ہوگا۔ جو تصور ہم انسانوں کو اپنے کرۂ ارضی پر ہوتا ہے، لہٰذا زمانہ کا زمینی تصور مختلف "مدارات" پر مفقود ہوگا اور اگر وہاں کوئی ذی شعور مخلوق ہوگی تو اس کے ذہن میں زمانہ کا وہ تصور نہیں ہوگا جو ہم اہل زمین کو ہے۔ بلکہ ان کے مدارات کی طولانی کے اعتبار سے زمانہ کا تصور اور تعین ہوگا۔ خلاء لامتناہی میں مختلف مدارات (ORBITS) پر سیارگان کی گردش سے "یوم" کی طولانی کا تصور ذی شعور مخلوق کے ذہن میں ہوگا، اور چونکہ "مدارات" طول کے اعتبار سے مختلف ہوں گے لہٰذا "زمانہ" کے متعلق ذی شعور مخلوق کا تصور بھی مختلف ہوگا۔ کہیں زمانہ کی اکائی ایک ہزار برس ہوگی اور کہیں دس لاکھ یا دس کروڑ یا اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے کیونکہ لامتناہی خلاء (SPACE) میں وسیع سے وسیع تر مدارات (ORBITS) کا امکان ہے

انسان فطرۃً اور طبعاً جلد باز ہے اسکے خمیر میں جلد بازی اور عجلت و سرعت کا عنصر داخل ہے قرآن کریم کی اس آیت میں انسان کے خمیر میں سرعت و عجلت کے داخل ہونے کا واضح ذکر ہے۔ خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ (سورۃ الانبیاء) انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے یعنی اس کے قوام و خمیر میں عجلت و سرعت رکھی گئی ہے۔

وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا (سورۃ الاسراء) اور انسان بڑا جلد باز ہے۔ دوسری آیت میں بھی انسان کے جلد باز ہونے کا ذکر ہے جو اس کے خمیر کے عین مطابق ہے چونکہ انسان کے خمیر و قوام میں عجلت، جلد بازی اور سرعت اور تیز حرکت رکھی گئی ہے لہٰذا وہ تیزی سے کام کرنے کا فطری داعیہ رکھتا ہے اور اسی فطری مزاج کی وجہ سے پاؤں پر چلنے کے بعد تیز رفتار سواریوں پر سوار ہو کر مسافت طے کرنے لگا، گدھا، اونٹ، گھوڑا، خچر وغیرہ کو سدھا کر ان پر سواری کرنے لگا اور تیز رفتاری سے مسافت طے کرنے لگا۔ پھر اس نے پہیہ کی ایجاد کی اور گدھا گاڑی، اونٹ گاڑی، گھوڑا گاڑی، ایکہ، ٹمٹم، بگھی، فٹن وغیرہ جیسی تیز رفتار گاڑیاں بنا کر اُن پر سوار ہو کر مسافت طے کرنے لگا پھر اسے جب زیادہ عقل آئی تو انجن ایجاد کر کے

زمین پر لوہے کی پٹری بچھا کر ٹرین پر سوار ہو کر گھنٹوں میں کہیں سے کہیں جانے لگا اس کی عجلت پسند طبیعت اور تیز سے تیز تر سواری کی فطری خواہش نے ٹرین کی ایجاد کے بعد موٹر کار ایجاد کی اور اس کی رفتار کو تیز سے تیز تر کرتا چلا گیا اور گھنٹوں اور منٹوں میں اِدھر سے اُدھر اور دور سے دور تر مقامات میں جانے لگا، لیکن اس کی عجلت پسند طبیعت کہیں جا کر نہیں رُکی۔ موٹر کار کو مزید تیز رفتار بناتا رہا۔ اور ہوائی جہاز کی ایجاد کے دھن میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ جنگ عظیم اول ۱۹۱۸-۱۹۱۴ء سے کچھ قبل یہ ہوائی جہاز کے ذریعہ ایک براعظم سے دوسرے براعظم پر پہونچنے لگا۔ اور جنگ عظیم اول کے بعد ہوائی جہاز کی صنعت کو مسلسل ترقی دیتا گیا۔ اور قسم قسم کے ہوائی جہاز بنا کر پوری دنیا کو مختصر ترین کر بیٹھا اور ہفتوں اور مہینوں کے سفر کو گھنٹوں میں طے کرنے لگا۔ ایٹم کی ایجاد کی بدولت خلا، لامتناہی میں ۱۷ ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑنے والا سیّارہ ایجاد کر کے ایک گھنٹہ ۲۴ منٹ میں پورے کرۂ ارضی کو طے کرنے لگا۔ سمندر میں سفر کو بھی اسی طرح تیز رفتار کشتیوں پھر دخانی جہازوں اور پھر مشینی جہازوں کے ذریعہ آسان کرتا گیا، بادبانی کشتیوں اور پتوار کے ذریعہ اس کی سست رفتار کو مشین کے ذریعہ تیز تر کرتا گیا۔ الغرض اس کی اس فطری عجلت پسندی کی بدولت یہ سمندر کے تہہ میں غوطہ لگانے لگا۔ فضاء لامتناہی میں ہوائی جہاز کے ذریعہ برق رفتاری کا اس نے مظاہرہ کیا، چونکہ اس کی خمیر میں عجلت و سرعت کا عنصر داخل ہے لہٰذا وہ دن رات اسی فکر میں لگا رہتا ہے۔ فون، ریڈیو، T.V، ویڈیو، لاسلکی، پھر فیکس (FAX) نہ صرف آواز اور تصویروں کو لاکھوں میل کی مسافت تک پہونچا دیا۔ بلکہ اب سکنڈوں میں انسانی تحریر کو اپنی اصل صورت و شکل میں ایک ملک سے دوسرے ملک تک بلکہ ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک پہونچا دیا اس کی عجلت پسند فطرت اسکو تحقیق و جستجو پر اس لئے آمادہ کرتی رہتی ہے تاکہ تیز سے تیز تر آلات اور مشینیں ایجاد کر کے جلد از جلد تمام کام انجام دے سکے۔ کمپیوٹر کی ایجاد نے حیران کن تیز رفتاری سے کام انجام دینے کا ریکارڈ قائم کیا۔ ایک سکنڈ کو لاکھوں اکائیوں میں تقسیم کر کے کروڑوں اربوں اشیاء کو محفوظ کرنے کا کام انجام دیا۔ اور اس طرح نہ معلوم کس قدر تیز رفتاری سے معلومات فراہم کرنے پر اسے اپنی مرضی سے پیش کرنا اور لاکھوں بلکہ کروڑوں اور اربوں اشیاء کا ایک مجموعہ تیار کرنا اور اس سے اپنی مرضی کے مطابق اس کی عجلت پسند فطرت صرف اسی معاملہ میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ یہ چاہتا ہے کہ کم از کم مدت میں فصلیں تیار ہوں کھیتوں میں اناج اور باغات میں پھل بھی کم از کم مدت میں پک کر تیار ہو کر اس کے تصرف میں آئیں چنانچہ اس معاملہ میں بھی وہ کامیاب ہو رہا ہے۔

یہ عجلت پسند انسان یہ بھی چاہتا ہے کہ افراد و جماعتوں کے اعمال کی جزا و سزا بھی جلد از جلد ہو۔ قوموں کے اجتماعی یا افراد کے انفرادی اعمال کی جزا بھی برے اعمال کا بُرا بدلہ یعنی سزا بھی ہر قسم کے مجرموں کو جلد ملنی چاہئے اور اسی طرح اچھے اعمال کی جزا سے بھی یہ جلد بہرہ مند ہونا چاہتا ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات میں کفار کی جلد بازی کا ذکر ہے۔ طولانی کے خوف سے اس کا خلاصہ بیان کرتا ہوں اور امہات آیات کو ذکر نہیں کرتا، کافروں کا یہ کہنا تھا کہ اگر یہ نبی سچے ہیں ان کا دین برحق ہے اور ہماری ضد پرستی اور ہمارے آباء و اجداد کا دین غلط ہے تو یہ ہم پر عذاب کیوں نہیں مسلط کرتے ہیں۔ یہ فطرۃً عجلت پسند انسان زندگی کے تمام شعبوں میں عجلت و سرعت کا خواہاں ہے، جو ہوشتاب ہو۔ کرۂ ارضی کا مزاج چونکہ عاجلانہ ہے اور اس کا "مدار" بھی مختصر ہے اس کے یوم کی مدت بھی مختصر ہے لہٰذا اس پر آباد انسان کی زندگی بھی مختصر ہے۔ اس کے مزاج میں بھی عُجلت و سرعت ہے،

دلوں میں یہ سوال بار بار آتا ہے کہ پوری دنیا میں شر ہی شر ہے، قتل و غارت گری، چوری، ڈکیتی رہزنی، آبروریزی، بدکاری، فواحش و منکرات کا طوفان بپا ہے، افترا، جھوٹ، کذب، فریب دہی کا عالم ہے بازار گرم ہے اسے جلد از جلد کیوں نہیں مٹا دیا جاتا ہے "کمیونزم" جیسا شر اتنے عرصہ تک کیوں قائم رکھا گیا۔ نہ صرف انفرادی ملکیت کی نفی کی گئی بلکہ آسمانی بادشاہت کا انکار کیا گیا۔ ماورار، طبیعیات کی تکذیب و تردید کی جا رہی ہے، وجود باری تعالیٰ کا نہ صرف انکار بلکہ اس عقیدہ کا تمسخر و استہزار ہو رہا ہے۔ کہ دین کو ایک فرسودہ دیرینہ اور انسانیت کی گداز کی کیلئے بار گراں بلکہ طوق و سلاسل قرار دینے والا اقتصادی نظام اگرچہ یہ ایک معاشی و اقتصادی نظام تھا مگر اس کو قائم کرنے کیلئے تمام ادیان کا انکار کیا گیا، انکی تعلیمات اور عقائد کو بیہودہ، فرسودہ اور خرافات قرار دیا گیا بلکہ نوع انسانی کیلئے تباہ کن کہا گیا۔ گو کہ کمیونزم کی داغ بیل مارکس نے (CAPITAL) نامی کتاب تالیف کر کے ڈالی تھی مگر اس کے متبع لینن اور اسٹالن وغیرہ نے اس کو نومبر ۱۹۱۷ء میں عملاً نافذ کیا جنگ عظیم اول ۱۹۱۸-۱۹۱۴ء کے زمانہ میں روس میں زار کی بادشاہت کو مٹا کر کمیونزم کے نظام معاشی کا نفاذ کیا گیا۔ کمیونزم کو اختصار کے ساتھ اگر بیان کیا جائے تو اس کی بنیاد انفرادی ملکیت کی نفی پر رکھی گئی اور یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ ملک کے تمام وسائل پیداوار، زرعی زمین کارخانہ اور دوسرے سامان زندگی پیدا کرنے والے تمام عوامل و اسباب بعیدی قوم کی ملکیت ہونی چاہئے اور ہر فرد کا اس پر حق ہے مگر عملاً یہ ممکن نہیں ہے لہٰذا تمام انفرادی ملکیت کو حکومت کی ملکیت قرار دے کر اور حکومت کے ذمہ دار افراد

پورے ملک کے تمام وسائل پیداوار سے حاصل شدہ پیداوار کو افراد کے درمیان تقسیم کریں اور ہر فرد کی تین لازمی ضرورتیں، غذا، کپڑا، مکان کا حکومت بندوبست کرے، یہ ایک بڑا دلکش اور اقتصادی نظریہ تھا۔ ہر فرد کی تمام بنیادی ضرورتوں کی کفیل حکومت ہوگی اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوگی۔ مگر اس پر عمل کرنے کیلئے جو لائحہ عمل بنانا پڑا وہ بڑا پیچیدہ پریشان کن اور صبر آزما تھا، تاریخ عالم جب سے معلوم ہے اس میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے اس کی نفی کرنا کوئی آسان کام نہ تھا اس طرح وجود باری کا انسان کے ذہن سے نکالنا کوئی آسان کام نہ تھا اور چونکہ ہر دین میں انسانیت کو اپنے اعمال کا جوابدہ بتایا گیا ہے اور اسکو مختار تسلیم کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہر دین کے تمام افکار و خیالات اور عقیدہ کو فرسودہ، بیہودہ اور نوع انسانی کی فطرت کے خلاف قرار دینے کا عمل کمیونسٹوں کے قائدین کے لئے بڑا مشکل تھا، مگر انھوں نے بادشاہت کو تخت سے زمین پر اور خاکم بدھن اللہ تعالیٰ کو عرش سے فرش پر اتارنے کا دعویٰ کیا۔ اور ماسکو کے ایک چوک میں اس قسم کا سائن بورڈ لگا کر دین کا انکار کیا گیا۔

کمیونزم رفتہ رفتہ ایک اقتصادی و معاشی نظام کی حیثیت سے ہی نہیں پیش کیا۔ بلکہ ایک جامع ضابطۂ حیات کی حیثیت سے روشناس کرایا گیا۔ نہ صرف دولت کی تقسیم کا کام کیا گیا بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں کمیونزم کے فکر و نظریہ کو بنیادی اہمیت دی گئی، یہودیت، عیسائیت وغیرہ میں سوا چند عقائد کے زندگی کے تمام شعبوں کے لئے احکام نہیں ہیں لہٰذا کمیونزم کی اصل زد اسلام پر اور مسلمانوں پر پڑی چونکہ مسلمان ایک ایسے دین سے وابستہ ہیں جو مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور زندگی کا کوئی عمل اس سے خالی نہیں لہٰذا قدم قدم پر کمیونزم کا تصادم اسلام اور مسلمانوں سے ہیں اور مسلمان ہی اس کے ہدف بنے یہی اس نظام حیات کے مظالم و جور و ستم کا شکار ہوئے۔ کمیونسٹوں نے ہر دنیا اور خصوصاً اسلام کے خلاف ایک ایسا زہریلا لٹریچر تیار کیا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی ہے، مکتبوں سے لیکر کالج اور یونیورسٹی میں دین کے خلاف تدریسی مواد داخل نصاب کیا گیا۔ کمیونزم کے نظریہ کو تعلیم کا جزء قرار دیا گیا۔ اس طرح پوری نسل کو دین سے بیزار کرنے کا انتظام کیا گیا۔

سطور بالا میں اختصار کے ساتھ کمیونزم کا تعارف کرایا گیا ہے، لوگوں کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے غیر طبعی، مبنی بر انکار دین اللہ کے نظام کو اتنی مہلت کیوں دی گئی، نومبر ۱۹۱۷ء اور نومبر ۱۹۹۱ء کی درمیانی مدت کوئی ۷۴ سال ہوتی ہے اس قدر طویل مدت تک ایسے ظالمانہ، غیر فطری نظریہ کو کیوں باقی رکھا گیا۔

سطور بالا میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ اس کرۂ ارضی پر آباد ہم انسان جلد باز ہیں ہماری فطرت و طبیعت میں عجلت و سرعت رکھی گئی ہے۔ لہٰذا اس کے مطابق اعمال بد کی سزا جلد چاہتے ہیں۔ افراد ہوں یا جماعتیں، فرقے ہوں یا قومیں ہر ایک کے اجتماعی جرائم کی ہم جلد سزا چاہتے ہیں، اسی طرح انفرادی نیکی اور اجتماعی کار خیر کے اجر و ثواب سے ہم جلد بہرہ مند ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نظام کے تحت یعنی تقویم ملکوتی کے تحت عالم میں بہت سے کام انجام پذیر ہوئے ہیں۔

کمیونزم کی روس میں ۷۴ سال کی زندگی کو میں نے حساب کی سہولت کی خاطر ۷۵ سال قرار دیا ہے یہ مدت توقیت ملکوتی کے حساب سے صرف ایک گھنٹہ ۴۸ منٹ ہے، ہمارا ایک ہزار برس (تقویم ناسوتی) برابر ہے تقویم ملکوتی کے ایک دن کے۔ گھنٹہ، دن ۷۵ سال = ۱×۲۴ / ۱۰۰۰ = ۳ (کمیونزم کی مدت روس میں) ۳×۲۴ / ۱۰۰۰ = ۹/۵ گھنٹہ = ۱ ۴/۵ منٹ = ایک گھنٹہ ۴۸ منٹ تقویم ناسوتی یعنی ہمارے زمینی حساب سے ایک ہزار سال برابر ہے تقویم ملکوتی کے ایک دن کے۔

(۱×۲۴ / ۱۰۰۰ × ۷۵ / ۱ سال = ۹/۵ گھنٹہ ۱ ۴/۵)

۹/۵ گھنٹہ = ۱ ۴/۵ = یعنی ایک گھنٹہ ۴۸ منٹ،

اب عالم میں نیا نظام قائم کرنے کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ جدید نظام عالم کیا ہے؟ ہمیں معلوم نہیں اور اکثر عالمی ماہرین سیاست کو بھی معلوم نہیں ہے ہم جیسے کم علم لوگ صرف اس قدر جان سکے ہیں کہ عالم اسلام کو مغربی سامراج خصوصاً امریکی بالادستی کے تحت کمزور سے کمزور تر کرنے کا نام جدید عالمی نظام ہے جس کے تحت بلاد عرب کو یہودی و اسرائیلی حکومت کے ذریعہ کنٹرول کرنا ہے اور سارے عالم اسلام کو امریکی بالادستی کے ذریعہ کمزور سے کمزور تر رکھنے کا بین الاقوامی امریکی نظام ہے امریکہ کی مرضی کے خلاف کوئی حکومت کوئی حرکت نہ کر سکے، خلیج فارس میں امریکی بحری بیڑہ اس جدید نظام عالم کا ایک حصہ ہے۔

وسط ایشیائی ترک مسلمانوں کے ۶ نوزائیدہ ممالک کا وجود امریکی سامراج کی نظر میں خار کی طرح کھٹک رہا ہے۔ اور پاکستان کا معمولی سا ایٹمی منصوبہ جو پرامن مقاصد کے لئے ہے امریکی سامراج کی نظر میں خار کی طرح کھٹک رہا ہے کہ کہیں یہ کمزور ملک ایٹمی انرجی کی بدولت طاقت ور نہ بن جائے اور اسلامی ممالک کہیں پاکستان کے ایٹمی منصوبہ کی بدولت ایٹمی طاقت نہ بن جائیں، دنیا میں چین، امریکہ، فرانس، برطانیہ اور کناڈا کے علاوہ متعدد ایشیائی اور افریقی ممالک کے پاس ایٹمی انرجی کی ٹیکنالوجی موجود ہے، مگر امریکہ کسی دوسرے ملک کی ایٹمی منصوبہ کے خلاف کام نہیں کرتا ہے صرف پاکستان کے ننھے سے ایٹمی منصوبہ کے خلاف کام کرتا ہے کیونکہ جنوبی ایشیا میں امریکی ایٹمی پالیسی یہ ہے کہ پاکستان کے پاس ایٹمی انرجی

کی ٹیکنالوجی نہ ہو کیا ہیروشیما اور دوسرے جاپانی جزیرہ کو ایٹم بم سے کسی ایشیائی ملک نے تباہ کیا تھا؟ یا وہ صرف امریکہ اور برطانیہ کے متحدہ فیصلہ نے ایٹم بم کے ذریعہ دونوں جاپانی جزیروں کو تباہ کیا تھا؟ آج امریکہ جنوبی ایشیا کا بڑا خیر خواہ بنکر سامنے آیا ہے۔ امریکی حکمرانوں کو معلوم ہے کہ تمام عالم اور مسلمان ممالک امریکی سامراج اور اسلام دشمنی سے واقف ہیں لیکن قوت کے غرہ نے اسکو اپنے انجام سے بے خبر رکھا ہے، اور قوت کے غرہ میں مسلمانوں کے امریکہ کی اسلام دشمنی کے علم کی کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کو لڑانا اور تباہ کرنا اس کے لئے آسان ہے کیا عالم کا نظام امریکی حکمراں چلاتے ہیں روس میں کمیونزم کی مدت حکومت کس قدر تھی؟ کیا کمیونزم کی ناکامی کا اعلان نومبر، دسمبر ۱۹۹۱ء میں امریکہ نے کیا تھا؟ یا خود روس کے کمیونسٹ حکمرانوں نے اس نظام کی ناکامی کا اعلان کر کے اس کے دفتر بند کرا دیئے تھے اور اس کے سائن بورڈ اتار دیئے تھے۔

اے جلد باز انسان! اللہ تعالیٰ کی "تقویم ملکوتی" میں امریکی بالادستی کی مدت بھی چند منٹ سے زیادہ نہیں ہے۔ فاعتبروا یا اولی الأبصار وارجعوا الی ربکم القہار الجبار۔ یہ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اے مسلمان آسمان اور زمینوں کی تدبیر کرنے والے اللہ پر یقین رکھنے والا، امریکہ کی بالادستی کی تدبیر سے نہ گھبرا نہ پریشان ہو تو اپنا کام کرتا رہ اپنا مشن جو تجھے اللہ رب العزت کی طرف سے سونپا گیا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الخ کو پیش نظر رکھ آسمان و زمین کا مدبر جو تدبیر کرنے والا ہے وہ تیرے لئے حوصلہ افزا ہے۔

نوافل کے ذریعہ تقرب الی اللہ

حدیث قدسی میں آتا ہے کہ جب میرا بندہ فرائض کی ادائیگی کے علاوہ نفل عبادت سے میرا تقرب چاہتا ہے تو وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔ پھر جب میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کے کانوں کی سماعت اور اس کی آنکھوں کی بصارت اور ہاتھوں کی گرفت اور پیروں کی رفتار بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے جو چیز طلب کرتا ہے میں اسے عطا کرتا ہوں اور جس چیز سے پناہ مانگتا ہے اس سے بچا لیتا ہوں اور مجھے اس کی جان نکالنے میں جس قدر تردد ہوتا ہے اتنا کسی کام میں نہیں ہوتا جب اس کو مرنا گوارا نہ ہو، اس لیے کہ مجھے اس بندۂ محبوب کی دل شکنی منظور نہیں ہوتی۔

یہ حدیث پاک تصوف کے بڑے اہم نکتوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ اگر انسان میں ہمت ہو تو اس راہ پر قدم رکھ کر خدا تعالیٰ کی نزدیکی اور تقرب کا لطف حاصل کر سکتا ہے۔

شرعی طور پر نوافل کے ذریعہ فرض عبادات کی کمی پوری ہوتی ہے اور جو نقص فرائض میں رہ جاتا ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ فرض نماز کا نقص نفل نماز سے دور ہو سکتا ہے اور فرض روزوں کا نقص نفل روزوں کے ذریعہ، اسی طرح دوسری عبادات کا حال ہے۔

لیکن یہ یاد رہے.....!

جو شخص فرائض کی ادائیگی کے ساتھ حرام کاموں سے بچتا ہے وہ اس شخص سے بہتر ہے جو کثرت سے نوافل میں مشغول رہتا ہے مگر حرام باتوں سے پرہیز نہیں کرتا۔

انسان کو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ نوافل میں مشغول ہو کر کہیں وہ فرائض کو تو ترک نہیں کر رہا ہے۔ چنانچہ اس قسم کے فتنہ میں وہ لوگ اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں جو نفلی درجہ کا علم حاصل کرتے ہیں اور اس تحصیل علم کی وجہ سے فرائض کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو نفل عبادات میں مشغول ہو کر اہل و عیال کے لیے کسب حلال نہیں کرتے اور اپنے اہل و عیال کو قوم کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے قابل بنا دیتے ہیں اور وہ لوگ پورے معاشرے کے لیے بوجھ بن جاتے ہیں۔ (الجزل المختار) علامہ سید عفیف الدین حداد

اطلاع

ملک کے مختلف حصوں سے حضرت مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب کی صحت اور عارضہ قلب کے آپریشن کے تعلق سے جو خطوط آئے ہیں اور آ رہے ہیں ان سب کا جواب دینا مشکل ہے اس پریس نوٹ کے ذریعہ بھی اہل تعلق کو اطلاع دی جاتی ہے کہ ۷ مارچ ۹۴ء کو اپولو ہاسپٹل مدراس میں اللہ تعالیٰ نے مولانا کا کامیاب آپریشن کرا دیا اور ۲۲ مارچ کو مولانا واپس ناگپور تشریف لے آئے ہیں ڈاکٹروں نے چار ماہ تک بات چیت لکھنے پڑھنے اور کام کاج نیز پبلک پروگرام میں حصہ لینے سے احتیاط کرنے کا مشورہ دیا ہے اور ذہنی و جسمانی تناؤ سے دور رہنے کی سخت ہدایت کی ہے لیکن مولانا نے اہل تعلق کے خطوط کا جواب دینے کا پورا اہتمام کیا ہے اگر جواب نہ ملے تو اس اطلاع ہی کو کافی سمجھیں۔

مغرب کی اسلام دشمنی

اسلامی ذہن کو اور قوت پہنچا رہی ہے

مولانا محمد واضح رشید ندوی

ترجمہ: محمد احمد بہرائچی

دور جدید میں مسلمانوں کو من حیث القوم مشکلات اور مصائب کا جتنا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اتنا کسی دوسری قوم یا مذہب کے ماننے والوں کو نہیں کرنا پڑا۔

اسلام کے نام لیواؤں کو مختلف عنوانات اور مختلف بہانوں سے مصائب میں مبتلا کیا جارہا ہے اور ان کے مسائل کو حل کرنے کے بجائے پیچیدہ بنایا جارہا ہے، وہ جہاں اکثریت میں ہیں وہاں کی حکومتوں کو ان کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے اور اصولیت کا خطرہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ اصلاحی اور تربیتی کوششوں کو طاقت استعمال کرکے روکیں، جس کی وجہ سے نہ کوئی مدرسہ محفوظ ہے، نہ مسجد، نہ کارخانہ، نہ تجارت ہر جگہ دین اسلامی کی بیخ کنی کی تدبیریں اختیار کی جارہی ہیں۔ ارباب سیاست اور اور اہل قلم جو اپنے آپ کو انسانیت کا علمبردار قرار دیتے ہیں، اسلام اور مسلمانوں کیخلاف بے دیگنڈہ کرنے میں معروف ہیں، اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتے ہیں اور عوام وخواص کو اسلامی ذہن سے خوفزدہ کرتے ہیں۔

اس اسلام مخالف کارروائی کی وجہ سے جو بعض وقت اسلام مخالف تحریک کا رنگ اختیار کرلیتی ہے، مسلم نوجوانوں کی بڑی تعداد خود مسلم ملکوں میں اذیت میں مبتلا ہے اور وہ اپنے ہی ملک میں بے بس ہے، الحاد پسند اور مغرب زدہ عناصر اس پر حاوی ہوگئے ہیں قومی پریس کا رویہ معاندانہ ہے، اسلام کیخلاف مضامین، تصویروں اور کارٹونوں کی اشاعت ہوتی ہے اور اس کو حریت رائے اور حریت صحافت کا نام دیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی اس پر اظہار نفرت کرے اور عوام کے جذبات کی غلط ترجمانی قرار دے تو اس کو کٹر پن، رجعیت اور اصولیت کہکر غیر قانونی اقدام قرار دیا جاتا ہے اور اس کیخلاف کارروائی کی جاتی ہے

اسلام اور مسلمانوں کیخلاف اس موقف کی نفسیات کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا سبب احساس کمتری ہے اور اسلام کی شان وشوکت اور اس کی قوت اور پھیلنے کی صلاحیت سے خوف ہے جو مغربی دنیا پر میڈیا سے مستولی ہے۔ یورپ اپنے احساس کمتری کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ مسلمانوں کی ایسی تصویر پیش کی جائے جس سے خود مسلمانوں میں احساس کمتری پیدا ہو۔ اور دنیا کے ذہن سے ان کا رعب نکل جائے اور ان کے مخالف ان پر جری ہوجائیں وہ اسلام کو تنگ نظر اور مسلمانوں کو پسماندہ حال بناکر پیش کرتے ہیں اور اس کی کوشش کرتے ہیں کہ عالم اسلام میں ایسے حالات پیش آئیں جن سے یہ تصویر سامنے آئے، وہ مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے مشتعل کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ جذبات سے مغلوب ہوکر کوئی ایسا اقدام کریں جس سے ان کی جذباتیت ظاہر ہو انکو ان کے جائز حقوق سے محروم کیا جاتا ہے ان کو تعلیم سے دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ان کے پسماندہ حلقوں کے ایسے مناظر پیش کئے جاتے ہیں جس سے یہ تصور ہو کہ پوری مسلم قوم اس حال میں ہے۔

اخبارات میں ایسے مضامین شائع کئے جاتے ہیں جن سے مسلمان مشتعل ہوں۔ مقدس شخصیات کے خلاف غلط تصورات پھیلائے جاتے ہیں اسلامی مظاہر کو غلط طریقے سے پیش کیا جاتا ہے۔ کبھی ایسا کپڑا نکالا جاتا ہے جس میں قرآن کریم کی آیتوں کا ڈیزائن بنا ہوتا ہے، کبھی ایسے جوتے نکلتے ہیں جن میں نام مبارک ہوتا ہے کیا یہ مجنونانہ حرکتیں نہیں ہیں کیا یہ مہذب طریقے ہیں؟

بازاروں میں ایسے نمونے لائے جاتے ہیں جن سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوں اور اسلامی تصورات اور شعائر کی اس میں اہانت ہو، عالمی ذرائع ابلاغ وقتاً فوقتاً ایسے مضامین، تصویریں اور کارٹون شائع کرتا ہے جو مسلم عوام کے

جذبات کو مجروح کرتے ہیں،

احساس کمتری یا احساس ناکامی ایسا مرض ہے کہ جو اس مرض کا شکار ہوجاتا ہے اس کو کسی کروٹ سکون نہیں ملتا، کسی لمحہ اس کو قرار نہیں آتا اور ہر وقت وہ اپنے آپ کو خطرات کے منہ میں تصور کرتا ہے، یہی حال اس وقت دنیائے مغرب کا ہے وہ دنیا پر غالب رہنے کے باوجود خوفزدہ ہے اسے ہر جگہ اسلام کا بارعب چہرہ نظر آتا ہے وہ نماز کے منظر سے ڈرتا ہے وہ مسجد کے میناروں سے خوفزدہ ہے اسے مدرسوں سے ڈر لگتا ہے، اسے نقاب سے انقلاب کے آثار نظر آتے ہیں، اور اس کے اعصاب جواب دینے لگتے ہیں۔ اس کے اہل قلم ہفوات بکنے لگتے ہیں اور مغربی تہذیب کے قلعے لرزتے نظر آتے ہیں یہ حقیقت ہے کہ احساس کمتری کی چھوت سے کسی کو گلو خلاصی نہیں افراد ہوں یا جماعتیں، قبائل ہوں یا خاندان، دانائی وفرزانگی کے ٹھیکیدار ہوں یا محنت ومشقت کی چکیوں میں پسنے والے مزدور پیشہ لوگ کبھی کو اس کے ظالم ہاتھوں سے چھٹکارا نہیں چنانچہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ جو اس لعنت میں گرفتار ہوتا ہے اس کو اپنے حریف کے نقائص اور اسکی برائیوں کی تلاش شروع ہوجاتی ہے وہ ہاتھ دھوکر اسکے پیچھے پڑجاتا ہے ہر وقت وہ اس فکر کے ادھیڑ بن میں جلتا رہتا ہے کہ وہ کیسے اس کو شکست دے اور کیسے وہ ناکامیوں کا قلادہ اس کی گردن میں ڈالے وہ اپنی اس ناپاک مہم کو انجام دینے کیلئے جائز اور ناجائز طریقے اختیار کرتا ہے اور اس میں اپنے خواب کی تعبیر سمجھتا ہے اگر زمانہ نے مساعدت کی اور قسمت نے یاوری کی اور اسکو موقع ہاتھ آگیا تو وہ چوکتا نہیں بلکہ اس صورت میں اسکا موقف نہایت جارحانہ اور وحشیانہ ہوتا ہے۔

یورپ کو اپنی طویل تاریخ میں مسلمانوں سے دینی، سیاسی اور اقتصادی میدان میں جو تلخ تجربات ہوئے ہیں اس کی وجہ سے جوش انتقام میں ساری اقدار کو پامال کئے دے رہا ہے اور جوش انتقام میں ساری دنیا کے مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے اور خاک کے ڈھیر میں تبدیل کرنے کے لئے پرجوش ہے اور اس سلسلہ میں بھی اس کی مہم بہت تیز ہے تاکہ اسلام کا نظام حیات دوبارہ دنیا پر اپنا تسلط نہ جماسکے اور یورپ کی ملحدانہ تہذیب جو سسکیاں لے رہی ہے دم نہ توڑ دے۔

مسیحی طاقت اور یہودی دماغ نے علم اور فکر کے راستے سے اسلام پر حملہ کیا اس سے اس کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ اسلام سے مسلمانوں کا رشتہ کمزور پڑجائے بلکہ یوں کہئے کہ منقطع ہوجائے اسلئے اس کی کوشش کی کہ مسلم بچوں کی ایسی نشوونما ہو کہ وہ مغربی افکار کے حامل اور الحاد ولادینیت کے سانچے میں ڈھل جائیں اسلام سے بیزار اور برگشتہ ہوں، یورپ کی سامراجی حکومتوں نے طاقت کے زور پر اپنے عہد حکومت میں اس ناپاک اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی، مستشرقین اور عیسائی مبلغوں نے اس کام کو آگے بڑھانے اور اس مہم کو تیز رکھنے میں اہم رول ادا کیا۔ ان سامراجی حکومتوں کا جوش انتقام اس پر ٹھنڈا نہ ہوا، بلکہ انھوں نے قومی وطنی اور لسانی عصبیت کا صور پھونک کر مسلمانوں کی جمعیت اور ان کے شیرازہ کو منتشر کرنے کی بھی کوشش کی کسی حد تک ان کو اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی اور لسانی، قومی عصبیت کی آگ نے مسلمانوں کے اتحاد کے شیرازہ کو خاکستر کردیا۔ ایک طرف مغربی دنیا کی طرف سے سازشوں کا یہ جال بچھایا جارہا تھا۔ دوسری طرف خدا کی قدرت قاہرہ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنی ان ریشہ دوانیوں کے پھندے میں گرفتار ہوں۔ "ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین" چنانچہ اس نے اسلام کی حفاظت وبقاء کیلئے ایسے مردان کار کو میدان میں اتارا جنھوں نے اپنی فہم ودانست اور ایمان کی روشن قندیل سے اسلام کی حفاظت اور اس امت کی نگہبانی کی اور مغربی تہذیب کی خامیوں کو دنیا کے سامنے اجاگر کیا۔ انھوں نے کھل کر اس پر تنقید کی اور اس کی کمزوریوں اور سامراج کی انسانیت سوز حرکتوں کو عیاں کیا۔ دنیائے یورپ کو اب اس کا احساس ہوچلا ہے کہ جس طرح وہ آج سے بہت پہلے عسکری صلیبی جنگوں میں ناکام ہوا تھا آج فکری صلیبی جنگوں میں ناکامی کے دہانے پر کھڑا ہے اور وہ اسلام جس کو اس نے اپنے اقتدار سے محروم کرنے کی کوششیں کیں بہت تیزی کے ساتھ لوگوں کے قلوب اس کا نشیمن بنتے جارہے ہیں اور اسلام کی محبوبیت اور مقبولیت کا ایسا رجحان عام پایا جارہا ہے کہ جن قوموں کو اسلام کی شاہراہ سے ہٹاکر کفر والحاد کی تنگ وتاریک گلیوں میں ڈالا گیا تھا وہ نئے عزائم، نئے حوصلوں اور امنگوں کے ساتھ پھر اسلام کی شاہراہ کی طرف اپنا رخ موڑ رہی ہیں ان حالات نے مغربی ممالک کو یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ کوئی نیا محاذ کھولیں۔ اسلامی ممالک میں جو عیسائی مشنریاں کام کررہی ہیں انکی رپورٹوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی بیداری کی لہر بہت تیزی سے پھیل رہی ہے یہاں تک کہ وہ ممالک جنکو پسماندہ کہا جاتا ہے وہاں کے لوگ بھی مشنریوں کے بے دریغ وسائل استعمال کرنے کے باوجود عیسائیت کے قلابے میں اسلام کی طرف زیادہ مائل ہورہے ہیں خود دیار یورپ میں بھی اسلام کے نئے نئے شگوفے کھل رہے ہیں۔ اصحاب فکر اور ارباب سیاست اسلام کا مطالعہ کرکے اسلام کیطرف مائل ہورہے ہیں۔ اور یہ بات اس کی عقل کی گرفت میں نہیں آرہی ہے کہ ہر جگہ مسلمان مظلوم اور مقہور ہیں۔ لیکن انکے جوش دینی کا حال یہ ہے کہ وہ ایمان کی راہوں پر مر مٹنے کو متاع حیات سمجھتے ہیں۔ مغرب کے لوگ

اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں جو ایک مردِ مؤمن کی نگاہ میں کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ اسکو اس بات پر کامل اذعان و ایقان حاصل ہے کہ یہ خدا کا پسندیدہ دین اور مذہب مختار ہے اور وہ اپنے دین کو پوری دنیا کے اندر غالب کرکے رہے گا۔

مغرب نے اسلام کو دبانے کی ہر کوشش کی لیکن اسلام کا سدا بہار درخت آج بھی وہی برگ و بار لانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہزار اسکو قیود کے آہنی شکنجوں میں جکڑا جائے لیکن اس کی جو ابھرنے کی فطرت ہے اس کا ظہور ہو کے رہے گا۔ ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

اور اس لئے بھی کہ مغرب کا رویہ ہمیشہ جابرانہ اور ظالمانہ رہا ہے اور یہ کلیہ ہے کہ ظلم کی ناؤ سدا نہیں چلتی اور نہ ہی اس کا درخت پنپتا ہے بلکہ ظلم کا انجام برا اور اس کا منہ کالا ہوتا ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں ردِ عمل کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے جس سے بڑے بڑے انقلاب رونما ہوئے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے نپولین نے جب مصر پر حملہ کیا تو سارے عرب جاگ گئے اور ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا یورپ نے جن اسلامی دنیا پر صلیبی جنگ چھیڑی تو مسلم دنیا میں ایسے حوصلہ مند پیدا ہوئے جنھوں نے یورپ کا منہ موڑ دیا۔ مغربی سامراج نے جب اسلامی دنیا پر قبضہ کیا تو ایسے جانباز پیدا ہوئے جنھوں نے سامراجیوں کو نکلنے پر مجبور کر دیا اس لئے وہ دن دور نہیں کہ جب اس نئی صلیبی جنگ سے ساری دنیا کے مسلمان بیدار ہو جائیں، مغرب کو اپنی فرزانگی پر ناز ہے لیکن اس کی سوچ کی اساس نہایت ہی بودی اور کمزور ہے اس کا یہ تصور کرنا کہ مسلمانوں کی راہوں میں کانٹے بچھا کر ان کو آگے بڑھنے سے روکا جاسکتا ہے اسلام سے ان کے تعلق کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن شاید اس کو یہ معلوم نہیں کہ اس جدید جنگ کی وجہ سے ساری دنیا کے مسلمان جاگ گئے ہیں ان کو اپنے اور پرائے کا ادراک ہو گیا ہے باطل اور طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزمائی اور اس سے آنکھیں ملانے کیلئے تیار ہو رہے ہیں۔ ان کے اندر یہ شعور جاگ گیا ہے کہ مغرب ان پر اپنا تسلط جما کر ان کو کمزور کرنا چاہتا ہے۔ اسلئے مغرب کے ظالمانہ نظام اور آہنی شکنجوں سے رہائی کی کوششیں جاری ہیں، یہ بیداری کی لہر ساری دنیا کے مسلمانوں میں جاری و ساری ہے۔ امید قوی ہے کہ اس کے نتیجے میں اسلام کی بازگشت کا وہ دروازہ کھلے گا جو بڑی بڑی تحریکوں اور دعوتوں کی کوششوں سے نہ کھل سکا تھا اس لئے کہ موجودہ مسائل ایک مسلمان کو یہ سوچنے پر مجبور کر رہے ہیں کہ آخر اسکو ظلم و ستم کی بھٹی میں کیوں تپایا جا رہا ہے کیا صرف اس لئے کہ وہ مسلمان ہے؟

بوسنیا کے مسلمانوں کی خونیں داستان

پڑھ کر کس طرح ان پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے اور ان کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں صرب کی چیرہ دستیوں اور اس کے مظالم کی کہانی اس دنیا میں کسی بھی رہنے والے سے مخفی نہیں۔ لیکن افسوس ہے یورپ کی عیاری و مکاری پر کہ ایک طرف تو اس کی مکار زبان سے اخوت و محبت کے الفاظ نکلتے ہیں۔ دوسری طرف صرب کے ہمت افزائی اور حوصلہ افزائی کہ ہاں تم مسلمانوں کو چین سے نہ رہنے دو اور یہ اس لئے کہ دونوں نے ایک ہی کوکھ سے جنم لیا ہے، مسیحی دنیا میں اگر کہیں تیز ہوا چل جاتی ہے تو یورپ کے انسانی ادارے بھاگ دوڑ کرنے لگتے ہیں لیکن اسلامی دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ بھوک پیاس ظلم و تشدد کا شکار ہیں۔ تو عالمی طاقتوں میں حرکت نہیں پیدا ہوتی اس لئے کہ یہاں کے رہنے والوں کا مذہب ان کے مذہب سے مختلف ہے چاہے وہ یورپین نسل کے کیوں نہ ہوں، یورپ کی یہ جانب داری اور اسلام کے ساتھ اس کے جارحانہ موقف کی تصویر اس کے اکثر بیشتر امور میں جھلکتی نظر آتی ہے۔ مغربی ملکوں کے اس ظالمانہ موقف سے متاخر ہو کر اقوام متحدہ نے بھی اسلامی ممالک کے ساتھ غیر جانبدارانہ برتاؤ شروع کر دیا ہے، چنانچہ اس کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ بین الاقوامی مسائل کے حل کیلئے اس کے پاس کوئی معیار نہیں کوئی نظام اور دستور نہیں جس کے ذریعہ سے وہ مصیبت زدہ انسانیت کے مسائل کو حل کر سکے۔ یورپ اور اسلام کی اس وقت کی حقیقی لڑائی کی بنیاد اسلامی بیداری کی وہ لہر ہے جس نے یورپ کی نیند حرام کر دی ہے اور وہ کیل کانٹے سے لیس ہو کر اس سیلاب کو روکنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے لیکن وہ خود اپنی ان معاندانہ تدبیروں سے اور بے انصافیوں سے اور غیر ضروری پروپیگنڈہ سے اسلامی جذبہ کو تقویت پہونچا رہا ہے اور آگ کو بھڑکا رہا ہے۔

(بقیہ) شہد ایک غذا ایک دوا۔

یہ ایک ایسا امرت ہے جو پھولوں اور پھلوں سے کیمیاوی طور پر شہد کی مکھی اکٹھا کرتی ہے یہ براہِ راست خون کا جز بن جاتا ہے یہ گرم کش اور دافع جراثیم ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شہد کے مقابلہ کی روئے زمین پر دوسری اس جیسی کوئی دوا نہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

حسد ایمان کو کھلا کرتا ہے

حضرت قطبِ ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:

"اے مسلمانی! تجھے اللہ، اس کے رسولِ اکرمؐ اور کتابُ اللہ پر ایمان و یقین کا دم بھرتے ہوئے پھر کسی دوسرے مسلمان پر حسد کرتے ہوئے دیکھ کر مجھے نہایت رنج و افسوس ہوتا ہے اور میں یقین کرنے لگتا ہوں کہ تیرا ایمان بالکل ضعیف اور کمزور تو کل ہے۔ تو اس کی خوشحالی و فارغ البالی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ تو اس کے عمدہ لباس عمدہ خوراک، نکاح اور اہل و عیال کو دیکھ کر جلتا ہے اور اپنی کمینگی اور پست حوصلگی اور تنگ ظرفی سے یہ خواہش رکھتا ہے کہ وہ تمام نعمتیں اس سے زائل ہو جائیں جو اُس کے خالق و رازق نے اُسے عطا فرما رکھی ہیں، بالفاظِ دیگر تُو خدا کی خدائی اس کی تقسیم رزق اور اُس کی مشیت و اختیار میں دخل دینا چاہتا ہے، جو صریحاً مضر ہے اور اپنے فاعل کے لئے وجہ ذلت و بربادی ہے۔

یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ کے اختیارات تیرے اختیارات نہیں ہو سکتے اور اس کے تصرفات تیرے تصرفات نہیں بن سکتے۔

اللہ تعالیٰ ایک شخص کو جو کچھ دیتا ہے یا دینا چاہتا ہے، کیا تُو اپنے جذبۂ حسد کے تحت اللہ سے مقابل آکر یہ خواہش رکھے گا کہ وہ نعمتیں اور وہ چیزیں اللہ اُسے نہ دے؟ کیا یہ صریحاً مشیتِ ایزدی اور فیصلۂ خداوندی کا مقابلہ نہیں۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو یہ سمجھ لے کہ تُو کس قدر ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہو گا۔ حسد ایک ایسی ملعون و مقہور چیز ہے جو تیرے ایمان کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ تجھے اپنے مولیٰ کے رحم و التفات سے گرا دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تیرا دشمن و مخالف بنا دیتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں حضرت یوسفؑ اور برادرانِ یوسفؑ کا جو قصہ مذکور ہے اس کے مقصد و معانی پر ذرا غور کرو کیا برادرانِ یوسفؑ اپنی انتہائی کمینہ سازشوں، بدخواہیوں اور دشمنانہ ریشہ دوانیوں کے باوجود اس بلند رُتبہ اور ان فقید المثال نعمتوں سے حضرت یوسفؑ کو محروم کر سکے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت میں ان کے لئے مقدور و متعین کر رکھی تھیں؟ اور پھر نتیجۃً کار وہ سب کے سب خود کس قدر نادم و ذلیل ہوئے، جب مصر میں بر سرِ حکمِ اقتدار یوسفؑ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر انھیں تسلیم کرنا پڑا کہ اللہ کی قسم! اُس نے بلاشبہ تجھے ہم پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے، ہمارے ظلم اور زیادتیاں ہمیں معاف فرما۔" اسی طرح قرآن حکیم کی متعدد آیات میں حسد کی انتہائی مذمت پائی جاتی ہے نیز احادیث میں بھی پے در پے حسد کی مذمت فرمائی گئی ہے۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: حسد مسلمان کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ ایک اور جگہ حدیثِ قدسی کے ذریعہ ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حسد کرنے والے میرے اور میری نعمت کے دشمن ہیں۔" حاسد اللہ کے دشمن اس طرح ہوئے کہ وہ اپنی مشیت کے تحت اپنے بندوں کو جو کچھ اور جتنا کچھ دینا چاہتا ہے وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ کلام اللہ کی یہ آیت کیا بیان کر رہی ہے؟ ہم نے حیاتِ دنیوی میں اپنے بندوں کے رزق و معیشت کو خود تقسیم کر دیا ہے۔ اب یہ جرأت کس کافر و مرتد کو ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے طے اور متعین کردہ تقسیم رزق کے خلاف محاذ باندھے اور اس کے مقابل و مبارز ہو۔ پس یاد رکھ کہ کسی پر حسد کرنا اپنی ذات پر ظلم کرنا ہے یہ بدترین قسم کی حماقت اور تنازوا بخل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ہم تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے، وہ اپنے حسد اور بداعمالیوں سے خود ہی اپنی ذات پر ظلم کرتے ہیں" نیز فرمایا: "میرے احکام اور فیصلے نہیں بدلتے اور نہ ہی میں اپنے بندوں پر ذرہ برابر ظلم کرتا ہوں۔" پس میں تجھے تیری سلامتی اور فلاح و بہبود کے لئے تاکید کرتا ہوں کہ کسی بھی مسلمان بھائی کی خوشحالی و فارغ البالی کو دیکھ کر ہرگز حسد نہ کر، بلکہ اس کی تونگری و خوشحالی اور ترقی و کامیابی دیکھ کر مسرور و مطمئن ہو اور نہایت فراخدلی کیساتھ اُسے مبارکباد دے اور اس طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے راضی و مسرور ہوگا اور اپنی گوناگوں نعمتیں تجھ پر وسیع و بسیط کر دیگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمھیں حسد جیسی مذموم و مقہور چیز سے محفوظ رکھے اور اپنی نعمتوں پر حمد و شکر کی توفیق عطا فرمائے آمین!

میں اس ضمن میں یہ تلقین بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ تو اپنی ذات پر حسد نہ کر، اپنی ذات پر حسد کرنے کے یہ معنی ہیں کہ تجھے رازق نے اپنے فضل و کرم سے جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں تو ان کے استعمال میں بخل سے کام لے اور دولت کو بالکل خرچ کرنا نہ چاہیے۔ مثلاً روپیہ بچانے کے لئے نہ عمدہ لباس پہنے، نہ اچھا کھانا کھائے (باقی صفحہ ۳۵ پر)

محمد طارق ندوی

سوال و جواب

س:۔ کیا اگر کوئی شخص آیت سجدہ ختم ہونے پر فوراً رکوع کرلے تو سجدہ تلاوت ادا ہوجائیگا؟

ج:۔ ہاں۔ اگر کوئی شخص آیت سجدہ ختم ہونے پر فوراً رکوع کرلے اور تلاوت سجدہ کی نیت بھی کرلے تو سجدہ تلاوت ادا ہوجائے گا۔

س:۔ بعض مساجد میں ہر فرض کے بعد مقتدی اور امام دونوں ملکر حق لا الٰہ الا اللہ کا ذکر باواز بلند کرتے ہیں کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

ج:۔ حق لا الٰہ الا اللہ کا مقتدی اور امام کا مل کر باواز بلند ذکر کرنا اور اس پر ہر فرض کے بعد مداومت، اس کا کوئی ثبوت شریعت مطہرہ میں نہیں ملتا۔

س:۔ مسجد کی رقم سے لائبریری کھول سکتے ہیں؟

ج:۔ اس رقم سے لائبریری نہیں قائم کرسکتے ہیں

س:۔ جنازہ کی نماز پڑھتے وقت پیر میں جوتے یا چپل پہنے رہے یا اتار دے۔

ج:۔ جنازہ کی نماز پڑھتے وقت جوتے اور چپل پہن کر اور بغیر پہنے ہوئے دونوں طرح سے نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں لیکن جوتے یا چپل اتار کر اس پر پیر رکھنا جیسا کہ بعض ناواقف حضرات کرتے ہیں ایک لایعنی عمل ہے جس کا کوئی حاصل نہیں ہے،

س:۔ سورہ فاتحہ قرآن شریف کا حصہ ہے یا نہیں؟

ج:۔ سورہ فاتحہ بالاتفاق قرآن کا جزء ہے۔

س:۔ ہر سال تاریخ دیکھنے کیلئے کلینڈر شائع کرتے ہیں جس سے مشتہرین اپنی تجارت اور شہرت میں فروغ حاصل کرتے ہیں چنانچہ قسم قسم کی تصویریں اس میں شائع کرتے ہیں، امسال ایک ادارہ نے اپنے کلینڈر میں قرآن اور دوسری چیزوں کے ساتھ ہاتھ میں تلوار کی تصویر بنی ہے کیا ایسے کلینڈر استعمال کرنا شرعاً درست ہے؟

ج:۔ دریافت کردہ صورت میں کلینڈر کی مذکور تصویر سے شرعاً کوئی قباحت نہیں لازم آئے گی۔

س:۔ کیا اذان و اقامت کے درمیان دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے؟

ج:۔ ہاں! اذان و اقامت کے درمیان دعا زیادہ اور جلد قبول ہوتی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اذان اور اقامت کے دومیان دعا رد نہیں کی جاتی۔ (ابوداؤد ۷۸ جلد ۱)

س:۔ اذان کا جواب دینا شرعاً واجب ہے یا مستحب؟

ج:۔ اذان کا جواب علاً دینا (یعنی مسجد جاکر نماز پڑھنا) واجب ہے (باقی صفحہ ۳۰ پر)

● سرزمین راجستھان سے پہلا علمی، تعلیمی، دینی، دعوتی، اصلاحی و ادبی ماہنامہ۔
● جامعۃ الہدایہ جے پور کا ترجمان ● مدارس اسلامیہ و عربیہ میں ایک متوازن اور انقلابی نظام تعلیم کا داعی ● دعوت دین کے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ● اصلاح معاشرہ کا علمبردار ● ادب اسلامی کا نقیب۔

ماہنامہ ہدایت جے پور

دعوت و اصلاح اور تعلیم و ادب کی اس آواز کو گھر گھر پہنچائیے

خود ممبر بنئے اور دوسروں کو ممبر بنائیے

شرح خریداری

فی شمارہ ۱۰ روپے ○ ششماہی زرتعاون ۶۰ روپے ○ سالانہ ۱۲۰ روپے
خصوصی زرتعاون سالانہ ۵۰۰ روپے ——— لائف ممبرشپ تین ہزار روپے

خط و کتابت کا پتہ

'ھدایت' پوسٹ بکس نمبر ۳۵، ۱۶۱۷ کھیجڑے کا راستہ بالمقابل ہدایت مسجد، اندرا مارکیٹ جے پور

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر HIDAYAT MONTHLY ضرور لکھیں۔

"HIDAYAT" MONTHLY, POST BOX NO. 35, 1617 KHEJRON KA RASTA, OPP. HIDAYAT MASJID, INDIRA BAZAR, JAIPUR-302001

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● ترکی کے حالیہ میونسپل انتخابات میں اسلام پسند رفاہ پارٹی نے ایک تہائی سے زیادہ نشستوں پر کامیابی حاصل کرلی ہے اسلام پسندوں کی اس کامیابی پر مغربی ذرائع ابلاغ کو خوف و ہراس میں مبتلا کردیا ہے۔ اور رفاہ پارٹی کے خلاف اپنا پروپیگنڈہ شروع کردیا ہے۔ واضح رہے کہ ترکی میں تقریباً ستر سال قبل خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد کمال پاشا نے سیکولر اسٹیٹ کے نام پر حکومت قائم کی تھی جس کو اب وہاں کے عوام نے مسترد کردیا ہے۔

● ملیشیا کی حکومت نے اوسکر انعام یافتہ فلم سنڈلرس لسٹ کی نمائش پر ملک میں پابندی لگادی ہے۔ اس فلم میں دکھایا گیا ہے کہ پولینڈ کے بارہ سو یہودیوں کو نازیوں کی قائم کردہ قتل گاہ سے کس طرح بچایا گیا تھا۔ حکومت ملیشیا کا کہنا ہے کہ اس فلم کا مقصد صہیونی پروپیگنڈہ کے ذریعے ایسے وقت میں ان کو مظلوم ثابت کرنا ہے جبکہ مسجد ابراہیم کے حادثے کے اصل ذمہ دار یہی یہودی قوم ہے اس فلم کے ذریعہ یہودیوں کیلئے رائے عامہ اور ہمدردی حاصل کرنا ہے۔

● فرانس میں سعودی عرب نے اسلامی شریعت کے مطابق ذبیحہ حلال کی نگرانی کیلئے ایک آفس کھولا ہے، جو اپنی نوعیت کا پہلا آفس ہے ایسے ہی آفس ان تمام ملکوں میں کھولے جائیں گے جہاں سے اسلامی ملکوں کو گوشت برآمد کیا جاتا ہے۔

● جنوبی کوریا میں اسلامی دعوت کی نشر و اشاعت میں سرگرم تنظیموں اور اداروں کی کوششوں کے اچھے نتائج برآمد ہورہے ہیں۔ یہ تنظیمیں دو ہزار سے زائد مسلمانوں کی روحانی قیادت کے ساتھ غیر مسلموں کو بھی اسلام کی دعوت پیش کررہے ہیں۔ انہی کوششوں کے نتیجہ میں سانگ سونگ نامی بستی کے تمام باشندوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔

● خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے بوسنیا کے مسلمانوں کے لئے دو لاکھ قرآن شریف کے نسخے بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ یہ نسخے بوسنیا کے مسلمانوں کو بطور تحفے، تقسیم کئے جائیں گے۔

● متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ زاید بن سلطان نے حکم دیا ہے کہ قصاص، دیت، نشہ آور اشیاء اور دیگر جرائم سے متعلق مقدمات شرعی عدالتوں میں پیش کئے جائیں گے۔ اور ان کے فیصلے شرعی قوانین کے تحت کئے جائیں گے۔ امید ہے کہ جرائم کی شرح میں کمی واقع ہوگی۔

● ایرانی حکومت نے ڈش انٹینا کے استعمال اور اس کی ملکیت پر قانون بنانے کا منصوبہ بنارہی ہے جس پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔ تاکہ اس قانون کے ذریعہ سے مغربی ذرائع ابلاغ کے اثرات کو کم کیا جاسکے۔

● سعودی عرب کی امام محمد بن سعود یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے آرکائیس پروفیسر و اساتذہ کو امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے بھیجا ہے ان علماء کو مغربی ممالک بھیجنے کا مقصد وہاں کے شرعی مسائل سے باخبر کرانا بھی ہے اور اس امانت کو پورا کرنا ہے جو دین کے تئیں سعودی حکومت پر واجب ہے۔

● انڈونیشیا سے اس سال ڈیڑھ لاکھ سے زائد مرد و خواتین فریضہ حج ادا کریں گے حج کے لئے ایک لاکھ ساٹھ ہزار سے زائد افراد نے درخواست دی تھی۔ واضح رہے کہ انڈونیشیا کی آبادی اسوقت انیس کروڑ ہے۔ اور حج کیلئے جو کوٹا مقرر کیا گیا ہے وہ دس لاکھ کی آبادی پر ایک ہزار کا ہے اس اعتبار سے انڈونیشیا ڈیڑھ لاکھ سے زائد حاجی باسانی بھیج سکتا ہے۔

(بقیہ) اسلامی ممالک میں ذہنی کشمکش

میں ان الفاظ کے ساتھ اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں اور میں وائس چانسلر صاحب کا، جسٹس افضل چیمہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے سفارش کی اور میں یہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے یہ الفاظ آپ کو یاد نہ رہیں لیکن کم سے کم اقبال کا پیام تو آپ کو یاد رہے گا۔ اب میں اقبال ہی کے اشعار پر ختم کرنا چاہتا ہوں ؎

اے پیر حرم بارسم و رہ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت
دے ان کو سبق خود شکنی خود نگری کا
توان کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انھیں فن شیشہ گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

طب و صحت

حکیم احسن علی خاں ندوی
سینا دواخانہ، بھوپال

شہد ایک غذا ایک دوا

شہد غذا اور دوا کے طور پر ہزارہا سال سے استعمال کیا جارہا ہے، قرآن مجید نے بھی "فیہ شفاء للناس" کے فرمان سے اس کی افادیت بیان کی ہے، اور اس کے ایک حیات بخش دوا کا درجہ عطا فرمایا ہے، نزلہ وزکام سے لیکر، امراض معدہ وجگر اور امراض قلب تک کا علاج شہد سے کیا جاسکتا ہے،

شہد کیا ہے؟ شہد پھولوں و پھلوں کے جوہر سے حاصل کردہ ایک نایاب اور قیمتی مشروب ہے، یہ ایک قدرتی مشروب ہے یہی وجہ ہے کہ شہد کے رنگ، مزہ، اور خوشبو میں فرق کا ہونا ناگزیر ہے، یہ فرق ان پھلوں اور پھولوں کی وجہ سے ہوتا ہے، جن کے رس سے شہد تیار ہوتا ہے، مثلاً سفید رنگ کے پھولوں سے حاصل شدہ شہد ہلکے رنگ کا ہوگا، سرسوں کے پھولوں سے حاصل کردہ شہد زرد رنگ کا ہوگا، اسی طرح جیسے پھول ہوں گے شہد کے رنگ و مزے میں بھی فرق آجائے گا،

اعلیٰ شہد کی پہچان!

شہد مختلف اقسام کا ہوتا ہے، جو شہد گھانس کے رنگ کا شفاف پتلا اور نہایت میٹھا ہوتا ہے وہ نفیس ترین شہد تسلیم کیا جاتا ہے، اس شہد کا عام طور پر کھانے کیلئے انتخاب کیا جاتا ہے، ایک شہد بادامی رنگ کا گاڑھا ہوتا ہے، یہ شہد بھی اچھا مانا جاتا ہے، اس کو اکثر ادویہ وغیرہ بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے، ایک شہد سفید رنگ کا ہوتا ہے، موسم سرما میں شہد عام طور پر جم جاتا ہے، اور دانہ دار بن جاتا ہے، شہد کے خالص ہونے کا یہ ایک عمدہ ثبوت بھی ہے، جمے ہوئے دانہ دار شہد کو سیال بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ جس برتن یا بوتل میں شہد ہو، اُسے گرم پانی یا دھوپ میں رکھدیا جائے اس طرح شہد دوبارہ سیال بن جائے گا۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ بلا کسی چیز کے ساتھ ملائے شہد کو آگ پر گرم نہ کیا جائے، آگ پر چڑھانے یا پکانے سے شہد زہر میں تبدیل ہوجاتا ہے اسی طرح شہد اور گھی ایک وزن استعمال کرنا بھی مضر ہوتا ہے، اس سے بھی شہد میں زہریلی تاثیر پیدا ہوجاتی ہے۔

شہد زہریلا نہیں ہوتا:

شہد کی مکھی کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ زہریلے پودے کو پہچان لیتی ہے، وہ ہمیشہ ایسے پھولوں کے پودوں سے رس حاصل کرتی ہے جو انسان کیلئے مفید ہوتے اور ادویہ میں شمار ہوتے ہیں،

یونانی وآئرویدک حکماء وطبیب تو شہد کے ہمیشہ سے مداح رہے ہیں لیکن تحقیقات کے بعد جدید ڈاکٹر بھی اس کے مداح ہوتے جاتے ہیں، ان کے نزدیک بھی شہد میں کسی قسم کے زہریلے اجزاء نہیں بلکہ وہ جراثیم کی جڑ سے بیخ کن کرنے والا نادر جوہر ہے، وہ ایک زود ہضم اور طاقتور غذا ہے، ایک پونڈ شہد میں ۱۲۰۰ انڈوں کے برابر طاقت ہوتی ہے، شہد میں ۷۶ شکرین ہوتی ہے، اسی کے ساتھ فولاد، تانبہ اور جسم کی پرورش کرنیوالے دوسرے بہت سے مفید اجزاء ہوتے ہیں جن میں سے بہت سے اجزاء کا اب تک سائنسدانوں تک کو پتہ نہیں چل سکا ہے، یہ ایسی غذا ہے جو بچوں، جوانوں اور بوڑھوں سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

شہد سے نقصان نہیں

شہد کو گرم وخشک خیال کیا جاتا ہے، لیکن تجربہ شاہد ہے کہ شہد کو معتدل مقدار میں استعمال کرنے سے نقصان نہیں ہوتا، ہاں یہ ضرور ہے کہ گرم مزاج نوجوانوں کو شہد زیادہ مقدار میں استعمال نہ کرنا چاہیئے، شہد کو اتنا ہی استعمال کیا جائے جتنا کہ جسم کو اس کی ضرورت ہو،

یہ بھی مشہور ہے کہ گرمیوں میں شہد کے استعمال سے نقصان ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ شہد ہر موسم میں بلا تکلف استعمال کرنے کی چیز ہے، اس کے استعمال سے خون صاف ہوتا ہے، نیا خون پیدا ہوتا ہے، چہرہ کا رنگ نکھرتا، دل ودماغ میں طاقت آتی اور حافظہ قوی ہوتا ہے۔

شہد کس مقدار میں استعمال ہو۔

شہد بچوں کو ۴ ماشہ، بڑے بچوں کو ۸ ماشہ،

جوانوں کو ایک تولہ، اور بوڑھوں کو سوا تولہ، کے قریب استعمال کرنا چاہیئے۔ بہتر یہ ہے کہ شہد کو گنگنے پانی یا دودھ میں ملاکر آہستہ آہستہ چسکیاں لیکر اس طرح پیا جائے جیسا کہ چائے پی جاتی ہے، یہ بھی کوشش کیجائے کہ شہد کا استعمال خالی معدہ میں ہو، بعض اطباء موسم سرما میں گنگنے پانی میں، اور موسم گرما میں ٹھنڈے پانی میں شہد ملاکر استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

پرانا شہد:- شہد کبھی خراب نہیں ہوتا، ہاں البتہ قدیم ہونے پر اس کا رنگ کالا ہوجاتا ہے چھتے سے نکلنے کے بعد جس شہد پر ایک سال کا عرصہ گذر جائے اُسے پرانا شہد کہا جاتا ہے، یہ شہد مٹاپا ختم کرتا اور جربی کو پگھلاتا ہے، کف کو خوب نکالتا ہے، شہد جیسے جیسے پرانا ہوتا جاتا ہے وہ ہلکا اور زود ہضم ہوتا جاتا ہے، پرانے شہد کے اوپر کا حصہ ذرا پتلا ہوتا ہے، یہ کف کی زیادتی کو ختم کرتا، مٹاپے کو دور کرتا اور زہر کی تاثیر کو زائل کرتا ہے،

شہد کا استعمال کمزوری میں

۱۔ ایک عمدہ پکے کیلے کے گودے میں دو بڑے چمچے شہد اچھی طرح ملاکر کھالیں، اس سے انشاء اللہ بہت جلد طاقت بحال ہوجائیگی

۲۔ صبح ناشتہ میں ایک دو چمچہ شہد کھالینا، یا دودھ میں ملاکر پی لینا انسان کے جسم میں قوت مدافعت کو بڑھاتا ہے، اور اسی طرح شہد کو استعمال کرنے والا متعدد بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، شہد کے استعمال سے بیمار تندرست ہوتا اور تندرست اپنی صحت قائم رکھتا ہے،

نزلہ وزکام میں

۱۔ شہد کے دو چھوٹے چمچے آدھے لیموں کے رس میں ملاکر دن میں تین بار لیں۔

۲۔ گرم پانی کے گلاس میں ایک بڑا چمچہ شہد ایک چھوٹا چمچہ ادرک کا رس، دونوں کو خوب ملاکر دن میں تین مرتبہ پئیں۔

۳۔ شہد ۵ تولہ، ادرک کا رس چھ ماشہ ملاکر دن میں دو تین بار چٹائیں۔

سردی سے پیدا ہونے والے نزلہ وزکام کا بہترین علاج ہے۔

درد شقیقہ میں:- سر کے جس جانب نصف حصہ میں درد ہو اس کے مخالف ناک کے نتھنے میں ایک بوند خالص شہد کی ڈال دیں۔ انشاء اللہ تھوڑی دیر میں ہی درد ختم ہوجائے گا۔

جسمانی قوت وطاقت کے لئے

۱۔ بھینس کے گرم دودھ میں دو بڑے چمچے شہد کے اچھی طرح ملاکر صبح یا شام کو پئیں، جسمانی طاقت وقوت بڑھانے میں یہ نسخہ اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔

۲۔ پیاز کا عرق دو سیر، شہد ایک سیر دونوں کو ملاکر اتنا پکائیں کہ عرق سب جل جائے اور صرف شہد باقی رہ جائے پھر اس میں جوتری ۴ ماشہ، لونگ ۴ ماشہ، زعفران ۴ ماشہ کستوری ۱ ماشہ ملائیں، یہ نامردی کا بہترین علاج ہے۔

بچوں کی بدہضمی وکھانسی میں

شہد کے ساتھ سہاگہ پیس کر، ماں کے یا گائے کے دودھ میں ملاکر چھوٹے بچوں کو دینے سے ان کی بدہضمی اور کھانسی دور ہوجاتی ہے۔

بچوں کے دانت نکلنے میں

شہد میں سہاگہ پیسکر، چھوٹے بچوں کے مسوڑھوں پر آہستہ آہستہ ملا جائے تو دانت جلدی اور بلا تکلیف نکل آتے ہیں۔

تقویت دماغ کے لئے!

صبح وشام ایک بڑا چمچہ شہد کا مکھن یا دودھ میں ملاکر کھائیں۔

تقویت دل کے لئے:- دونوں وقت غذا کے بعد ایک بڑا چمچہ شہد کا کھالیا کریں۔

نڈھال طبیعت میں:- جب طبیعت نڈھال ہو یا کمزوری محسوس ہو تو ایک چمچہ شہد کا چاٹ لیا کریں انشاء اللہ فوراً ہی طبیعت بحال ہوجائے گی۔

شوگر میں:- ایک چمچہ شہد اور چار رتی سلاجیت، دونوں کو اچھی طرح ملاکر دن میں تین بار کھائیں۔

مٹاپا:- پانی میں آٹھواں حصہ شہد ملاکر پینے سے بدن کی بڑھی ہوئی چربی ختم ہوجاتی ہے اور کچھ ہی عرصہ میں موٹا انسان دبلا ہونے لگتا ہے۔

خون کی کمی یا خرابی:- شہد میں خون کو صاف کرنے اور نیا خون بنانے کی خداداد صلاحیت پائی جاتی ہے اگر ان دونوں شکایتوں میں سے کوئی شکایت ہو تو تھوڑا پانی اور تھوڑا شہد ملاکر چار یا پانچ بار پینے سے بہت فائدہ ہوتا ہے ان امراض کے علاوہ بھی بہت سے امراض ہیں جن کا علاج شہد سے کیا جاتا ہے۔ بالاختصار یہ کہ شہد قدرت کی عطا کردہ ایک عظیم نعمت ہے (باقی ص ۱۸ پر)

ندوہ کے شب و روز

محمد ابوالبقا

رمضان المبارک کی تعطیل کے بعد بارہ شوال کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کھل گیا اور طلبہ جوق در جوق دارالعلوم کی جانب کھنچ کر آنے لگے۔ اور ندۃ العلماء کی فضاء میں پھر سے تعلیمی سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔

دراصل موجودہ دور میں جبکہ مسلمان گھروں کے بچے تیزی سے شرک والحاد، بے دینی اور آوارگی کا شکار ہو رہے ہیں ندوۃ العلماء اپنے نونہالوں کے لیے وسیع تر بہ پرور ذہن سازی اور صحیح علمی وفکری بنیادیں فراہم کرنے میں مصروف ہے تاکہ وہ دعوتی و اصلاحی میدان میں خوش اسلوبی سے خدمت انجام دینے کے قابل بن سکیں اور ندوہ کے بانیوں کے متعین کیے ہوئے منہج کی اشاعت وترویج کی استعداد پیدا کرسکیں۔ اور اسلامی تربیت، علم نافع اور عصر حاضر کی معیاری زبان وادب کے ذریعہ دین کی تفہیم وتشریح اور ملت کی رہنمائی کا فرض انجام دے سکیں۔

ندوۃ العلماء کی اس خصوصیت کی وجہ سے اس کی طرف رجوع برابر بڑھتا جارہا ہے اور اس کثرت سے طلبہ کی آمد ہوتی ہے کہ جگہ کی تنگی کے سبب سے ہزاروں طلبہ کو واپس کرنا پڑتا ہے بہرحال داخلوں کی کارروائی مکمل ہوئی اور ۱۸ر شوال سے باضابطہ تعلیم کا سلسلہ جاری کیا گیا۔

تربیتی پروگرام

گذشتہ کئی سالوں سے دارالعلوم میں یہ سلسلہ چلا آرہا ہے کہ تعلیمی سال کے شروع میں ہفتہ عشرہ تک اساتذہ کرام مختلف ایسے موضوعات پر طلبہ سے خطاب کرتے ہیں۔ جن کی روشنی میں طلبہ اپنے نئے تعلیمی سال کو زیادہ سے زیادہ مفید بنا سکیں۔ اس سلسلہ کو شروع کرتے ہوئے مولانا عارف صاحب ندوی نے فرمایا جو ہدایات ونصیحتیں آپ کو اساتذہ کرام کریں گے ان کی روشنی میں آپ اپنی زندگی کو سنوار سکتے ہیں اس لیے آپ اس پروگرام میں لازماً شریک ہوں۔ پھر طلبہ کے درمیان اخوت وبھائی چارگی کے ماحول کو عام کرنے کی غرض سے فرمایا قدیم طلبہ اپنے آپ کو انصار اور جدید طلبہ کو مہاجر سمجھیں۔ ان کی آمد سے آپ گرانی محسوس نہ کریں بلکہ صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نئے آنے والے ساتھیوں کا دلی استقبال کریں اور ہر طرح سے ان لوگوں کی رہنمائی کریں۔ اگر آپ نے ایسا کرلیا تو آج بھی آپ صحابہ کرام کی طرح غالب وسربلند ہوسکتے ہیں۔

مولانا موصوف کے بعد مولانا عبدالعزیز صاحب نے خطاب فرمایا موضوع تھا "طلبہ کی دینی واخلاقی نگہبانی"۔ طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے مدرسہ کے اصول وضوابط کی پابندی اور اس کے فوائد پر تفصیلی روشنی ڈالی۔

دوسرا محاضرہ ۲۳ر شوال کو مولانا عارف صاحب ندوی کا ہوا۔ موضوع تھا "تعلیم وتربیت دینی نقطۂ نظر سے"۔ مولانا نے اپنی تقریر میں طلبہ کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے مقام کو پہچانیں اور کوئی ایسی حرکت ان سے نہ ہو جو ان کی شان کے خلاف ہو۔

حضرت مولانا کا اہم خطاب

مربی جلیل حضرت مولانا مدظلہ کا اہم خطاب بھی اسی موقع سے ۲۴ر شوال کو ہوا۔ آپ نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تم سے احساس برتری کا تو خوف نہیں لیکن اس بات کا خوف ہے کہ کہیں تم احساس کمتری کا شکار نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ دنیا کے عظیم سے عظیم ادارے میں داخل ہوکر تعلیم حاصل کرسکتے تھے جہاں تمہیں ہر طرح کی سہولت فراہم کی جاتی اور یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی لیکن تمہارے والدین نے تمہارا انتخاب اس ادارے کے لیے کیا ہے ہمیں اعتراف ہے کہ یہاں کا انتظام مکمل نہیں، تمہیں دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑسکتا ہے لیکن جن کے مقاصد اور عزائم بلند ہوں وہ ان معمولی چیزوں پر نظر نہیں کرتے۔ تم یہاں کی کمزوریوں کو نہ دیکھو بلکہ اچھائیوں سے فائدہ اٹھاؤ، اور زمانے کے تقاضے کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ آج زمانہ کے مسائل بے شمار ہیں طرح طرح سے اسلام اور مسلمانوں پر حملے ہو رہے ہیں تم ان کے مقابلہ کے لیے مختلف وسائل اختیار کرسکتے ہو۔ یاد رکھو! مقاصد کی تکمیل کے لیے وسائل مختلف ہوسکتے ہیں۔ بشرطیکہ وسائل کو صحیح العقیدہ ہی نہیں بلکہ راسخ العقیدہ لوگوں سے حاصل کیا جائے۔ الحمدللہ یہاں راسخ العقیدہ اساتذہ موجود ہیں، دینی کتابوں کا عظیم مجموعہ موجود ہے۔ اپنے اساتذہ سے تعلق قائم کرو۔ ان سے مشورہ لے کر اپنے وقت کو قیمتی سے قیمتی بناؤ۔ میں خانہ خدا

میں بیٹھ کر کہہ رہا ہوں کہ تم ابن تیمیہؒ اور غزالیؒ بن سکتے ہو، شرط یہ ہے کہ اپنی قیمت کو پہچان لو۔ اور خدا سے اپنے تعلق کو مضبوط کرلو۔ پھر خدا تم سے وہ کام لے گا جس کا تم کو وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا دیکھو مولانا الیاسؒ دینی دعوت وتحریک کے کام کو کس ضعف وناتوانی کے عالم میں لے کر اٹھے لیکن ان میں اخلاص تھا مقبول ہوتے گئے یہاں تک کہ آج اس سے پوری دنیا میں احیاء دین وتجدید ایمان کا کام ہو رہا ہے۔ کس کو گمان تھا کہ اس ہندوستان میں مولانا یوسفؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ سید سلیمان ندوی وغیرہ جیسی شخصیتیں پیدا ہوں گی جن کے بار احسان سے سارا عالم بوجھل ہوجائے گا۔ اخیر میں حضرت مولانا کی دعا پر اس نشست کا اختتام ہوا۔

۲۵ر شوال کو مولانا رضوان صاحب ندوی کا خطاب ہوا۔ آپ نے تقویٰ کو مرکزی موضوع بناتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ والی زندگی اختیار کریں اللہ تعالیٰ آپ کو علم ومعرفت سے نوازے گا۔ اور اگر حصول علم کا مقصد رضائے الٰہی ہے تو خدا آپ کے علم میں برکت عطا کرے گا اور اگر اس کے برعکس معاملہ ہو یعنی علم حاصل کرنے کا مقصد دنیا کمانا اور شہرت حاصل کرنا ہو تو پھر عبداللہ بن عباس کی روایت کے مطابق ایسا شخص کامیاب نہیں ہوسکتا۔

۲۶ر شوال کو استاذ محترم مولانا محبوب الرحمٰن صاحب ازہری ندوی کا خطاب ہوا۔ موضوع تھا "ادیان باطلہ سے واقفیت"۔ آپ نے فرمایا جہاں اسلام کے بارے میں واقفیت ضروری ہے وہیں فرق ضالہ کا مطالعہ کرنا اور اس سے باخبر رہنا بھی آپ کے لیے ضروری ہے۔ جس طرح شراب کو ام الخبائث کہا گیا ہے تمام باطل فرقوں میں یہود کو ام الأدیان الباطلہ کہا گیا ہے۔ قرآن نے ایک ہی لفظ میں اس کی خباثت کو بیان کردیا ہے کہ "وکانوا یقتلون الأنبیاء بغیر حق" حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑھانے والا یہودی ہی تھا۔ عیسائیت کو بگاڑ کر دنیا کے سامنے پیش کرنے والا سینٹ پال یہودی تھا۔ جس نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے عیسائیت قبول کرلیا اور آج عیسائیت کا دارومدار اسی کی بنائی ہوئی شریعت پر ہے۔ نیز اسلام کو روز اول سے نقصان پہونچانے والے منافقین یہودی تھے جنھوں نے ہمیشہ اسلام کی جڑ کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کی، شیعیت کو وجود میں لانے والا عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ جس نے اپنی سازش کے ذریعہ حضرت عثمان کو شہید کرادیا، جس سے مسلمانوں میں انتشار وافتراق کا لامتناہی سلسلہ جاری ہوگیا۔ اس صدی میں جو قادیانیت کا فتنہ کھڑا ہوگیا ہے اور اس کی شاخیں پھیلتی جارہی ہیں۔ اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کا تعلق بھی یہودی سے ہے۔ اس دور میں قادیانیت کے فتنہ کو کھڑا کرکے یہود اپنی جڑوں کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مختصر خاکہ ہے جسے مختصر وقت میں آپ کے سامنے صرف اس لیے پیش کیا گیا ہے کہ آپ بیدار ہوں، اور ان باطل تحریکوں کا مطالعہ کریں۔ اور اگر کہیں پیچیدگی یا دشواری ہو تو اپنے اساتذہ سے رجوع بھی کریں۔ کیونکہ دین حق کو سمجھنے کے لیے ادیان باطلہ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

۲۷ر شوال کو "دعوت دین اور داعی کی ذمہ داریوں" کے عنوان سے مولانا عبدالقادر صاحب ندوی کا خطاب ہوا۔ استاذ محترم نے "ومن أحسن قولا ممن دعا إلی اللہ وعمل صالحا" والی معجزانہ آیت کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ الحمدللہ ہم ایسے ادارے میں جمع ہیں جو علمی بھی ہے دینی بھی ہے اور دعوتی بھی ہے۔ ان تمام خصوصیات کے جامع ادارے میں رہ کر ہم جتنا استحکام پیدا کرلیں باہر کی دنیا میں ہم اتنی ہی کامیاب زندگی گذار سکیں گے۔

۲۸ر شوال کو استاذ گرامی مولانا سلمان حسینی ندوی صاحب کا خطاب ہوا۔ موضوع تھا "عصر حاضر کے چیلنج اور ان کے مقابلہ کی تیاری"۔ قرآن کی اس حکیمانہ آیت "فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم إذا رجعوا إلیهم" سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا اس ادارے میں یا دنیا کے کسی دینی ادارے میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایک بے چین دل رکھتے ہیں۔ امت کی زبوں حالی کی فکر آپ کو دامن گیر ہے اور آپ یہاں تفقہ فی الدین حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا دین کی صحیح حاصل کرلینے ہی سے کام چل جائے گا نہیں! ہرگز نہیں۔ بلکہ "لینذروا قومهم" کا فریضہ بھی آپ ہی کو ادا کرنا ہے۔ آج دینی مدارس کا جائزہ لیجئے کتنے فارغین ایسے ہیں جن کو یہ فکر بے چین کیے ہو کہ پیٹ اور نفس کے مطالبات سے بلند ہوکر امت کی ترقی کے لیے کچھ کام کریں۔ یہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ جس کا جواب کسی یونیورسٹی اور کالج کے طلبہ نہیں بلکہ آپ ہی کو دینا ہوگا۔

(بقیہ)
حسد ایمان کھوکھلا کرتا ہے۔

نہ معیاری رہائش اختیار کرے اور نہ اپنے بیوی بچوں کی آسائش پر روپیہ خرچ کرے یہ طریق عمل اپنی ذات پر حسد وظلم کرنا ہے اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری وناشکری ہے، نعمتوں کا عملی نظریہ یہ ہے کہ انھیں چھپانے کی بجائے ظاہر کیا جائے ۔ فتوح الغیب ۔

اسعد صحائفی ایک تعارف

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی شعبۂ اردو بنارس یونیورسٹی

(تیسری اور آخری قسط)

حسرت صاحب سے ایک مرتبہ بریلی میں اور دوسری مرتبہ مکہ معظمہ میں ملاقات ہوئی تھی، لیکن ایسی ملاقات جس کو بہ مشکل ہی عرف عام میں ملاقات کہا جاسکتا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ حسرت صاحب نے اپنی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ مجھ کو مولانا شوکت علی کی شرح سے کم فائدہ ہوا، اور نظم صاحب کی شرح سے زائد۔ میں نے مولانا شوکت علی کا شرحِ دیوانِ غالب ہی میں یہ اعلان دیکھا تھا کہ جو صاحب جس درجے کا کلام بھیجیں گے، اسی درجے کی اصلاح دی جائے گی، کلام خواہ فارسی کا ہو، خواہ اردو کا۔ میں نے مولانا کی اصلاحات کے متعلق بہت کچھ سُنا ہے، اب جو محفوظ ہے۔ وہ جناب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جناب ذوق کا شعر ہے ؎

جانور جو تیرے صدقے میں رہا ہوتا ہے
اے شہِ حُسن! وہ اڑتے ہی ہُما ہوتا ہے

مولانا نے تحریر فرمایا یہ غلط ہے۔ جانور کے عموم میں تو گدھے، بیل، کتّا اور بلّی بھی آتے ہیں، لیکن ان کو ہُما سے کچھ نسبت نہیں، یقیناً انھوں نے یوں فرمایا ہوگا ؎

زاغ بھی گر ترے صدقے میں رہا ہوتا ہے
اے شہِ حُسن! وہ اڑتے ہی ہُما ہوتا ہے

(آبِ حیات میں جناب آزاد نے جناب ذوق کو سیاہی زادہ تحریر کیا ہے، لیکن صاحبِ "خمخانۂ جاوید" نے اس کی تردید کی ہے)

میرے ایک دوست فرماتے ہیں کہ اس اصلاح کے پیشِ نظر شاید زاغ سے بوم بہتر ہے ؎

کس نیاید بزیرِ سایۂ بوم
ورھُما از جہاں شود معدوم

امیر احمد صاحب لکھنوی نے فرمایا تھا ؎

غضب داغ تو نے دیئے اے فلک
کلیجہ گلِ نیلوفر ہو گیا

داغ صاحب نے فرمایا تھا ؎

لگا ہے سنگِ مقناطیس گویا
جبیں اٹھتی نہیں اس آستاں سے

مولانا نے فرمایا، مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، نہ کہ سر کی کھال کو۔ (میں نے داغ و امیر سے متعلق مختلف اہلِ قلم و اہلِ فن حضرات کے مضامین دیکھے ہیں اور ان دونوں نام آور شاعروں کے مزارات کی بھی حیدر آباد میں زیارت کی ہے۔ شاید دونوں مزاروں کے درمیان دس بارہ گز کا فاصلہ ہوگا۔)

غالباً بیباک شاہجہانپوری کا شعر ہے ؎

وہ بلبلِ خوش لہجہ ہوں سُن کر مرے نغمے
ہیں جھومنے لگتے شجر کوئے محمدؐ

مولانا نے دوسرے مصرعے میں تصرف فرما کر شعر کو اس طرح بنا دیا ؎

وہ بلبلِ خوش لہجہ ہوں سن کر مرے نغمے
جھومائے برسوں شجر کوئے محمدؐ

میں نے جو سنا تھا وہ عرض کر دیا ہے۔

اسی مضمون کے مناسب ایک اور سنی ہوئی بات یاد آگئی۔ جناب آتش کا شعر ہے ؎

ہر ایک دل میں پیارے! تیرا مقام نکلا
تو ہم سے بھی زیادہ رسوائے عام نکلا

خواجہ وزیر نے فرمایا کہ جب دل میں مقام ہوا تو رسوائی کے کیا معنی؟ یوں ہونا چاہیے ؎

ہر ایک کی زبان سے تیرا ہی نام نکلا
تو ہم سے بھی زیادہ رسوائے عام نکلا

نیازناموں کی رسید کا انتظار ہے۔

محمد اسعد اللہ

حضرت مولانا صرف شاعر اور حافظِ اشعار ہی نہیں تھے۔ بلکہ اعلیٰ درجے کے ناقد، سخن فہم اور سخن سنج بھی تھے۔ ایک خط میں مومن کے ایک شعر کی تحسین فرماتے ہوئے انھوں نے جو فکر انگیز گفتگو کی ہے اس سے ان کی ناقدانہ بصیرت اور تفہیمِ شعر پر قدرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"... میں جس طرح تمام اساتذۂ فن کا احترام کرتا ہوں، اسی طرح جناب مومن کا بھی خاص معتقد ہوں۔ مجھے ان کا یہ شعر بہت ہی پسند ہے، جو انھوں نے اپنی محبوبہ کے مرثیے میں فرمایا ہے ؎

دل میں جگہ نہ ہونے کا کس سے گلہ کروں؟
وہ قدردانِ شکوۂ بے جا نہیں رہا

"قدردانِ شکوۂ بیجا" اپنی آغوش میں بے پناہ معنویت لئے ہوئے ہے، معشوق تو شکوے سے گھبراتا ہے، قدردان تو کیا ہوگا، اور پھر شکوۂ بیجا۔ کا۔ اس پر طرّہ یہ کہ شکوۂ بیجا یہ تھا کہ دل میں جگہ نہیں، یعنی دل میں جگہ تھی لیکن وہ ہمارے گلہ و شکوہ کو مانتا تھا، اس کی قدر کرتا تھا، نباہ اور وفا کے دعوے کرتا تھا، ہماری دل جوئی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتا تھا۔ (نظیری کا کیسا اچھا شعر ہے ؎

تا زرنجش بیجا نہ بینمش
می آرم اعترافِ گناہِ نبودہ را)

یعنی عشق کی جو معراج ہے کہ معشوق عاشق بن جائے، وہ ہم کو حاصل تھی، جناب کی رائے اس شعر سے متعلق کیا ہے؟..."

اسی ضمن میں ایک اقتباس اور ملاحظہ ہو:

"لفظ تبسّم کی مناسبت سے مجھے یاد آیا کہ کسی جگہ قاضی عبدالنبی نے اپنی کتاب "دستور العلماء" میں یہ شعر نقل کیا ہے ؎

پری رُخے بہ شکر خندہ قتلِ عام کرد
بگفتش کہ مراہم بکُش تبسّم کرد

اصل شعر غالباً اس طرح ہوگا ؎

پری رُخے بہ شکر خندہ قتلِ مردم کرد
بگفتش کہ مراہم بکُش تبسّم کرد

میں سمجھتا ہوں کہ اس شعر کے دو مطلب ہیں، اور شاعر نے دونوں مراد لے لیے ہیں۔

"مراہم بکُش" کی درخواست اس پری رُخ نے قبول کرلی اور فوراً تیغِ تبسّم سے جس کو مصرعِ اولیٰ میں "بشکر خندہ" کہا ہے قتل کر دیا "مراہم بکش" کی درخواست ٹھکرا دی گئی، اور لبوں پر تحقیر آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی کہ سبحان اللہ آپ بھی قتل ہوں گے ؎

نازپرورد تنعّم نہ برد راہ بہ دوست
عاشقی سیوۂ رندانِ بلاکش باشد"

اس مضمون کے آغاز میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ حضرت مولانا مدتوں مظاہر علوم سہارنپور کی نظامت کے منصب پر فائز رہے تھے، نظامت کی ذمہ داریاں کس طرح بتدریج ان سے متعلق ہوتی گئیں اور اس سلسلے میں وہ کس کشمکش سے دوچار ہوئے، اس کا بیان بھی حضرت نے ایک مکتوب میں بڑے دلچسپ پیرائے میں کیا ہے۔ یہ مکتوب اپنی سلیس و شگفتہ نثر اور واقعہ نگاری پر قدرت کی بھی اچھی مثال ہے، اس لئے طوالت کے باوجود اسے نقل کرتے میں کوئی مضائقہ محسوس نہیں ہوتا۔

"۲۲/۲۶ جنوری ۱۹۴۹ء"

میں اس وقت ۱۵ جنوری ۱۹۴۹ء کے کرامت نامے کی جانب متوجہ ہوتا ہوں، جناب نے ارشاد فرمایا ہے "مجھے یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ آپ کو دفتری کاروبار سے دور کا بھی لگاؤ ہے اور آپ کے یہاں کوئی دفتر بھی ہے"۔ جناب کو یاد نہیں رہا کہ میں نے ایک عریضے میں "این دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ" کی مدد سے چند سطور لکھی تھیں۔ میری رائے میں جناب کو تفصیلاً نہیں تو اجمالاً یہ ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ اس مدرسے میں جس کا ستر ہزار سالانہ خرچ ہے، جس میں کم و بیش صحرائی و سکنائی تین سو اوقاف ہیں، جس میں مختلف علوم و فنون کی تقریباً پچیس ہزار کتابیں ہیں، جس کے مختلف شعبوں میں پچاس سے زائد ملازم ہیں، جس کے طلبہ کی تعداد تقسیم (ملک) سے قبل عموماً ۸۰۰ کے درمیان رہتی تھی اور جس کے متعلق ایک بڑا مطبخ ہے۔ اس کا ایک دفتر بھی تمام شعبوں کے نظم و نسق کے لئے موجود ہے، یہ مدرسہ پچاسی سال سے قائم ہے، قدرت کی فیاضی اور حسنِ انتظام سے اس کو مختلف بانیوں کی طرح کارکن بھی ایسے ہی ملتے رہے جو معاصرین و اقران میں دیانت و تقویٰ اور علمی قابلیتوں کے اعتبار سے امتیازی شخصیتوں کے مالک تھے۔ اسی وجہ سے دفتر میں رواجی ضوابط اور عرفی اصول و قواعد کی زیادہ پابندی نہ تھی، لیکن چند سال سے مختلف حالات و مصالح کے ماتحت اربابِ مدرسہ نے یہ ضرورت محسوس کی کہ دفتر کو زیادہ سے زیادہ باضابطہ بنایا جائے۔ چنانچہ اس اہم کام کی تکمیل کیلئے جناب مولانا حافظ اکرام الحسن صاحب کاندھلوی بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ عارضی طور پر سررفتر مقرر ہوئے۔ بحمداللہ یہ انتخاب بہت مفید ثابت ہوا، غالباً تین سال کے بعد یہ رائے ہوئی کہ اب کسی دوسرے شخص کو یہاں پر رکھا جائے۔ حضرات سرپرستانِ مدرسہ کا اجتماع ہوا۔ مجلسِ شوریٰ منعقد ہوئی، قابل قابل اصحاب کے نام آئے، لیکن "منظم سازش" کہنا تو بے ادبی ہے "منظم شوریٰ" کے ماتحت ع

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

ہر چند میں نے واقعی نااہلیت، حقیقی ناقابلیت اور ناتجربہ کاری کی بنا پر انکار کیا اور انکار

پر اصرار کیا، لیکن میری آواز نہیں سنی گئی، اور میری قابلیت، ہوشیاری اور معاملہ فہمی کی وہ تعریف کی گئی، جس سے تھوڑی دیر کو مجھ کو خود شبہ ہونے لگا کہ اگر مجھ میں یہ جوہر پوشیدہ نہ ہوتے تو یہ حضرات کیوں ایسی قصیدہ خوانی سے کام لیتے۔

بہرحال میں نے طوعاً و کرہاً چھ ماہ کے لئے اس خدمت کو قبول کر لیا۔ حضرات ممدوحین نے میری عزت افزائی کے لئے تمام مدرسے کا نائب ناظم بنا دیا، نشر و اشاعت، تعلیمات و مالیات کا در و بست میرے حوالے کر دیا۔ بہرحال دفتر میں میرے لئے مسند بچھ گئی، گاؤ تکیہ رکھا گیا اور میں "طمطراق" سے اس پر "جلوہ افروز" ہو گیا۔

اب میں جب دفتر میں بیٹھا تو قلعی کھلنے لگی مجھ کو اردو کی رقمیں نہیں آتی تھیں، نہ لکھنا جانتا تھا نہ پڑھنا، خیر رقمیں سیکھیں، مالگذاری اور لگان کو سمجھا، بیگہہ، بسوہ وغیرہ کو پہچانا کچی روکڑا، روزنامچہ کھتیان، کھتونی وغیرہ الفاظ یاد کئے۔ مقدمات کے متعلق مجھ سے مشورے ہوتے تھے، گو میں بہت ہوشیاری سے کام لیتا تھا۔ لیکن پھر بھی بعض باتیں ایسی سرزد ہو جاتی تھیں، جن سے اہل دفتر کو میری قانونی قابلیت کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ کبھی معلوم ہوتا تھا کہ فلاں فلاں کرایہ داروں نے کرایہ نہیں دیا، ان کو نوٹس دیا جائے گا، قرقی کرائی جائے گی، بے دخلی کا دعویٰ ہوگا کبھی کلکٹر سے ملنے کی ضرورت ہوتی تھی کبھی سپرنٹنڈنٹ پولس سے، تو کبھی راشن کے افسران سے وغیرہ وغیرہ۔

میرے لئے یہ سب بائیں سوہان روح تھیں۔ مدرسے میں تین خزانے ہیں۔ ہر خزانے میں دو قفل ہیں۔ جس خزانے سے یسین دین زیادہ ہوتا ہے، اس کی ایک کنجی میرے پاس رہتی تھی، بلکہ اب تک ہے۔ اس کنجی کی حفاظت میری لاابالی طبیعت کے لئے جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ ہر خرچ میری منظوری سے ہوتا ہے۔ "ووچرس" پر میرے دستخط ہوتے تھے۔ مجھے حساب سے نہ مناسبت نہ دلچسپی، لیکن بہ ایں ہیچ مدانی کروڑوں کا حساب کر ڈالا۔ بعض مرتبہ ایک غلطی پر دو دو دن صرف ہو گئے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ع میں کہاں اور یہ وبال کہاں

میری تمام عمر تو بسر ہوئی فَعَلَ، فَعَلاَ، فَعَلُوا میں، قالَ دراصل قَوَلَ بود میں، کُلُّ فَاعِلٍ مَرفُوعٌ میں، ہَیُولیٰ اور صورت میں، ثوابت و سیارات میں، اَدْوِیَہ اَمْرَجَہ میں، وضو اور صلوٰۃ کے مسائل میں، مکی، مدنی ناسخ، منسوخ کی تحقیق میں، حدیث صحیح، حسن، ضعیف، کی تفتیش میں، مطلع، مقطع، ردیف، قافیہ میں، معانی و بیان و بدیع میں، لیکن بزرگانِ مدرسہ کی "کرم فرمائی" (ستم ظریفی لکھنا سوء ادب تھا اس لئے اس ادبی بدعت کا ارتکاب کیا) نے یہ مناسب سمجھا کہ مذکورہ بالا جدی مشغلے کے ساتھ مجھ کو دفتری کاروبار سے بھی روشناس کرایا جائے۔ اگرچہ مجھ سے صرف ۶ ماہ کے لئے فرمایا گیا تھا۔ لیکن میری نااہلیت نے مجھ کو دو ماہ کے اندر ہی واویلا کرنے پر مجبور کر دیا۔ مگر اکابر کی خوش تدبیریوں نے مجھ کو پورے تین سال تک اس ورطۂ مصیبت سے نکلنے نہیں دیا۔ اس اثنا میں متعدد بار مجھ سے یہ بھی فرمایا گیا کہ مشاہرہ بڑھا دیا جائے۔ میں نے تواضعاً نہیں بلکہ واقعات کے پیش نظر عرض کیا کہ مجھ کو موجودہ تنخواہ میں بھی تامل ہے، کیونکہ میں مفوضہ امور کو پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام نہیں دے رہا ہوں، چہ جائیکہ اور زیادہ تنخواہ لوں۔

اس مقام پر جناب کے لطف اندوز ہونے کے لئے ایک لطیفہ پیش کرتا ہوں۔

مشہور ریاضی داں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ مرزا غالب کو بھی کچھ ریاضی سے لگاؤ تھا؟ مولوی صاحب نے فرمایا "جی ہاں، ان کو ریاضی سے اتنا ہی لگاؤ تھا، جتنا خاکسار کو شعر و سخن سے ہے"۔

الحاصل کارساز حقیقی نے میری مضطربانہ دعاؤں کو شرف قبول بخشا۔ اب میں بہت کچھ آزاد ہوں"۔

صحائف اسعد کے یہ مختلف اقتباسات جو گذشتہ صفحات میں نقل کئے گئے، ان کی روشنی میں مکتوب نگار اور مجموعۂ مکاتیب دونوں کی ادبی قدر و منزلت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ دیدہ ور ناقدین و محققین نے ان کی طرف اعتنا نہیں کیا؟ حق یہ ہے کہ "صحائف اسعد" کو اردوئے معلیٰ "عود ہندی" "غبار خاطر" "کاروانِ خیال" کے پہلو بہ پہلو جگہ ملنی چاہیئے،

ہندوستانی حجاج اور ان کے معلمین

مختار احمد جاوید مقیم مکہ مکرمہ

گذشتہ چند سالوں کے تجربہ کے بعد حکومت سعودی نے حجاج کرام کی خدمت کے لیے عالم اسلام کو تقسیم کر کے کارپوریشن بنائی ہے اور ہندوستانی حجاج کرام کی خدمت کا کام الموسسۃ الاھلیۃ التجریبیۃ لمطوفی حجاج دول جنوب آسیا مجموعۃ الخدمۃ المیدانیۃ رقم... لخدمۃ حجاج الھند۔ جس میں ہندوستان کے علاوہ پاکستان، بنگلہ دیش، بھوٹان، مالدیپ، سری لنکا افغانستان، نیپال، برما اور موریشس بھی شامل ہیں۔ موسسہ دول جنوب آسیا کے ماتحت چالیس سے زیادہ کارپوریشن ہیں اس میں نو کارپوریشن ہندوستانی حجاج کی خدمت انجام دیں گے۔

مندرجہ ذیل ہندوستانی حجاج کے معلمین کی فہرست ہے ہر ایک کارپوریشن میں کئی معلم مددگار بھی ہیں اپنے رئیس معلم کی ماتحتی میں حجاج کی خدمت انجام دیں گے۔

کارپوریشن نمبر ۲۰ کے مدیر مروان احمد شیخ ہیں ان کا دفتر محلہ المسفلہ مکہ مکرمہ میں ہے ان کا ٹیلی فون نمبر 5377861 اور پوسٹ بکس نمبر ۴ ہے۔

کارپوریشن نمبر ۲۱ کے مدیر امین عبدالرزاق محبوب ہیں۔ ان کا دفتر شارع جبل الکعبہ نزد السادہ العلوین مکہ مکرمہ ہے۔ ان کا ٹیلی فون نمبر 5434344 اور دوسرا نمبر 5432145 ہے اور FAX 5461137 ہے اور پوسٹ بکس نمبر 397 ہے۔

کارپوریشن نمبر ۲۲ کے مدیر عبدالباقی سکندر ہیں۔ ان کا دفتر محلہ جیاد المصافی مکہ مکرمہ ہے ان کا فون نمبر 573553 ہے

کارپوریشن نمبر ۲۳ کے مدیر فاروق سیف الدین ہیں ان کا دفتر محلہ مسفلہ سیدنا ابراہیم خلیل مکہ مکرمہ ہے اور ان کا فون نمبر 5422678 اور 5425829 ہے۔

کارپوریشن نمبر ۲۴ کے مدیر انعام عبدالہادی میاں جان ہیں ان کا دفتر جدول شارع جبل الکعبہ مکہ مکرمہ ہے ان کا فون نمبر 5422908 اور 5429867 اور FAX 5436703 ہے۔

کارپوریشن نمبر ۲۵ کے مدیر عبدالقادر ملکی ہیں ان کا دفتر محلہ جیاد السد مکہ مکرمہ ہے ان کا فون نمبر 5745204 اور 5740806 ہے اور FAX نمبر 5741262 ہے۔

کارپوریشن نمبر ۲۶ کے مدیر ولید ڈاکٹر سکندر ہیں۔ آپ کا دفتر محلہ جیاد السد مکہ مکرمہ میں ہے۔ ان کا فون نمبر 5722019 ہے۔

کارپوریشن نمبر ۲۷ کے مدیر سید ہشام عبدالرحمن شلی ہیں۔ ان کا دفتر محلہ مسفلہ سیدنا ابراہیم خلیل مکہ مکرمہ ہے ان کا فون نمبر 5422723 اور 5435722 ہے۔

کارپوریشن نمبر ۲۸ کے مدیر درویش احمد رمضانی ہیں ان کا دفتر محلہ الشبیکہ مکہ مکرمہ ہے اور ان کا فون نمبر 5434591 اور 5434371 ہے اور FAX نمبر 5433779 ہے۔ اس کے علاوہ بوہرہ حجاج کرام کے معلم علاحدہ ہیں اور ان کا قیام و طعام بوہرہ رباط محلہ جیاد مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے۔

ہندوستان کے چند مشہور معروف رباط کے پتے اور فون نمبر درج ہیں۔

ارکاٹ رباط: محلہ جیاد اور اس کے مہتمم محمد صاب ہیں۔ ان کا فون نمبر 5746027 ہے۔

بھوپال رباط: محلہ الشامیہ مکہ مکرمہ میں ہے اور اس کے ناظر صالح عبدالصمد ساعاتی ہیں اور فون نمبر 5745537 ہے۔

حیدرآباد رباط: محلہ جیاد میں ہے اس کے ناظر شریف محمد صاحب ہیں۔

ٹونک رباط اول کے ناظر امین دہلوی صاحب ہیں اور دوسری رباط کے ناظر عبدالرزاق دہلوی ہیں۔ یہ رباط محلہ جدول شارع ام القریٰ میں واقع ہے۔

حجاج کرام کسی پریشانی کی حالت میں مندرجہ ذیل حضرات سے فون پر گفتگو فرما سکتے ہیں۔

کونسلیٹ جنرل جدہ 6520112 اور 6520104

جج آفیسر جدہ 6520084۔ اسسٹنٹ جج آفیسر مکہ 5749823

جج آفیسر مدینہ منورہ 8380025 میڈیکل آفیسر مکہ مکرمہ 5747442 مکہ مکرمہ میں۔ مین ڈسپنسری کے علاوہ اور ۳ جگہ ڈسپنسری قائم کی گئی ہے۔ محلہ مسفلہ سیدنا ابراہیم خلیل۔ محلہ جیاد السد۔ محلہ حارۃ الباب۔ ان ڈسپنسریوں سے حجاج فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حجاج کرام کی خدمت کرنے والوں کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین۔

شرائط حج

مختار احمد جاوید مقیم مکہ مکرمہ

حج اسلام کا پانچواں رکن ہے، تمام ائمہ کرامؒ اس بات پر متفق ہیں کہ حج کے فرائض میں سے استطاعت فرض اول ہے، اور خود قرآن کریم اس بات پر گواہ ہے اور اس کی تصریح قرآن کریم میں آئی ہے، عمرہ سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، "للہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا" (الآیہ) لوگوں پر حج واجب ہے اور اس کے واجب ہونے کی شرط استطاعت ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ طاقت بشری رکھتا ہو اور یہ بات سب کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ اس سے مراد طاقت بدنی ہے، اور طاقت بدنی سے مراد یہ ہے کہ سواری پر بیٹھنے یا کسی مرض کی وجہ سے معذور نہ ہو، ایسی معذوری میں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس پر حج واجب نہیں ہے، امام مالک کے نزدیک جانے اور واپس آنے کی طاقت رکھنے والے پر حج واجب ہے (اس میں شک نہیں ہے کہ سفر میں مریض کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور مرض کے بڑھ جانے کی وجہ سے زندگی کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، اور اسلام زندگی کو خطرہ میں ڈالنے کی اجازت نہیں دیتا، چنانچہ فرمایا گیا ہے "ولا تلقوا بأیدیکم الی التھلکۃ" اور وہ امراض متعدی جس سے دوسرے کو بھی خطرہ لاحق ہوتا ہے اور مرض کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کا خطرہ لاحق رہتا ہے، مثال کے طور پر جذام اور تپ دق ہیں ایسا مریض اگر صحت پالے اور پاگل اگر اچھا ہو جائے تو ان پر حج فرض ہو جائیگا)

شیخ فانی (بہت ہی ضعیف) اس پر حج واجب ہے بشرطیکہ استطاعت رکھتا ہو، اگر طاقت مالی اس بات کی اجازت دیتی ہے تو کسی کو اپنا نائب بنا سکتا ہے، جیسا کہ حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے اپنے بندوں پر، اور میں اپنے باپ کو بوڑھا پا رہا ہوں وہ سواری پر بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کیا میں ان کا حج کر دوں تو آپ نے فرمایا ہاں (رواہ البخاری)

تیسری شرط جو بہت اہم و ضروری ہے وہ یہ ہے کہ مال حلال ہو اور اس بات پر ائمہ اربعہ متفق ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ" جیسا کہ اسباب نزول میں آیا ہے اور اس کی تشریح یہ ہے کہ وہ شخص اتنے مال کا مالک ہو کہ سفر حج کے لیے آنے جانے میں کسی قسم کی دقت نہ ہو، گھر کے اخراجات کے علاوہ سفر کے اخراجات کا بھی مکمل انتظام ہو اس کو زاد یعنی توشہ مراد لیا گیا ہے اور اگر مالی حیثیت نہیں رکھتا ہے تو اس پر حج فرض نہیں ہے۔

عموماً یہاں دیکھا جاتا ہے کہ لوگ غیر اہل سنت کی رباط میں جگہ حاصل کرنے کے لیے بیجا قسم کی خوشامدیں دنیاوی لوگوں کے پاس کرتے ہیں اور ان لوگوں کو غیر اہل سنت بڑی ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جسے غیرت مند مسلمان کو برداشت نہیں کرنا چاہیے، جبکہ قرآن کریم خود اس بات پر گواہ ہے کہ استطاعت ہونے پر حج فرض ہے، ورنہ حج کی فرضیت اس سے ساقط ہو جاتی ہے، مندرجہ بالا شرط پر وہ شخص نہیں اترتا، اس لیے اس پر حج واجب نہیں ہے، اس کے باوجود دیکھا جاتا ہے کہ لوگ چندہ جمع کر کر کے حج کے لیے آتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے قول کے خلاف ہے، اسی طرح اس شخص پر بھی حج واجب نہیں ہے، جس پر قرض ہو اور مال بھی رکھتا ہو، اس مال سے اس نے قرض ادا کیا اور اس کے پاس باقی نہ رہا تو اس پر بھی حج واجب نہیں ہے اور تاکید آئی ہے کہ قرض پہلے ادا کیا جائے اور زاد (توشہ) رکھتا ہو تو حج کرے، اگر کسی شخص نے حج کیا تو اس نے اسلامی اصول کی خلاف ورزی کی، اور مزید برآں شرط یہ ہے کہ زندگی خطرہ سے محفوظ ہو اور مال بھی اس کے ساتھ ساتھ محفوظ ہو اور اگر خوف ہو نفس کے ہلال ہونے یا مال کے ضائع ہو جانے کا تو اس وقت بھی حج واجب نہیں ہے۔

(بقیہ) سوال و جواب

اور موذن کے ساتھ زبان سے کلمات کا دہرانا اور جب موذن حی علی الصلاۃ یا حی علی الفلاح کہے تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا مستحب ہے۔

س: کیا نیند کی حالت میں نوافل نہیں پڑھنا چاہئے

ج: ہاں نیند کی حالت میں نوافل نہیں پڑھنا چاہئے — حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اونگھ رہا ہو تو اسے چاہیئے کہ سو جائے یہاں تک کہ اس کی نیند جاتی رہے اس لئے کہ اگر وہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھے گا تو ممکن ہے کہ وہ استغفار کرتے کرتے اپنے کو گالی دینے لگے۔ (بخاری و مسلم)

(بقیہ) درس حدیث

اس نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان پر عمل اسی کی رضا کے لیے ہو اور جن چیزوں سے روکا ہے اللہ ہی کی خوشنودی کے لیے ان سے باز رہا جائے اور بندوں میں سے جس سے محبت ہو اس بنا پر ہو کہ وہ خدا کا فرمانبردار ہے۔ اور جس سے ناراض ہو اس کا سبب صرف یہ ہو کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔

● حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کو اپنا دین مان لینے کے بعد اس پر عمل لازم ہے، بلکہ اس کی دعوت دینا اور اس راہ میں جو تکلیف اٹھانی پڑے اس پر صبر کرنا تقاضۂ ایمان ہے دین کے ارکان اور ظاہری و باطنی حکموں پر عمل خواہ وہ اعتقاد سے تعلق رکھتے ہوں یا قول و عمل سے۔ وہ عبادات کی قسم سے ہوں یا معاملات و اخلاقیات اور آداب زندگی سے، حاصل یہ کہ تمام چیزوں میں دین ہی کے تقاضہ پر عمل ہو۔

● حدیث سے یہ بھی رہنمائی ملتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لے کر آئے اس کی دل سے تصدیق کی جائے اس کی سچائی میں دل کے اندر کوئی شک و شبہ نہ رہے اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس پر عمل ہو جن باتوں سے روکا ہے ان سے بچا جائے۔

● حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی، ان کے حکموں پر چلا اور منع کی ہوئی چیزوں سے بچا، رسولؐ کی لائی ہوئی خبر کو دل کی سچائی کے ساتھ مانا آپ کی لائی ہوئی شریعت کو اپنا حکم بنایا، اسلامی تعلیمات کے سانچہ میں ڈھلا اور ان پر چلا وہی صحیح معنوں میں ایمان کا مزہ پائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف کرے گا، اور اپنے لطف و کرم سے اس کو جنت کی بہاروں میں داخل کرے گا اور اس سے راضی و خوش ہو گا، یہ محض اللہ کی دین ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑا ہی داتا ہے اور اس کا باب رحمت ہر وقت وا ہے۔ ع

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لیے
در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

وصلی اللہ علیٰ عبدہ ورسولہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

رضیٰ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شرعی احکامات پر عمل کرنے میں کوئی تکلیف نہ معلوم ہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ شرعی حکم و فیصلہ پر اس کو کوئی اعتراض نہ ہو اور نہ اس کے حکم و فیصلہ سے غصہ ہو، بالکل ایسے ہی جیسے بیمار کڑوی دوا پینے پر راضی ہو جاتا ہے اور روزہ دار سخت گرمی کے موسم میں بھوک پیاس کی شدت کو برداشت کرتا ہے۔ مجاہد میدان جہاد میں زخموں کی تکلیف کو برضا و رغبت جھیلتا ہے۔

حضرت ابو عثمان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ الفاظ "أسألك الرضا بالقضاء" کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ فیصلہ سے پہلے رضا کا مطلب ہے رضا کا عزم و ارادہ رکھنا فیصلہ کے بعد رضا کا مطلب ہے اظہار رضا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰؓ کو لکھا۔ ساری خوبیاں (ہر حال پر) راضی رہنے میں ہیں اگر راضی رہ سکتے ہو تو خوب، ورنہ صبر سے کام لو۔

رضا کی تین قسمیں ہیں۔ ایک رضا تو عوام کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دے دیا، ان کی قسمت میں لکھ دیا اس پر راضی رہیں، اور ایک خواص کی رضا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مقدر فرما دیا ہے اس پر قانع اور راضی ہیں۔ ایک خواص الخواص کی ہے، کہ وہ ہر حال میں اس سے راضی رہتے ہیں۔

باری پبلیکیشنز

مولانا عبدالباریؒ صاحب ندوی (سابق استاذ فلسفہ و دینیات عثمانیہ یونیورسٹی۔ وخلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) کی اہم تصنیفات۔

۱۔ تجدید دین کامل Rs: 90-00
۲۔ تجدید تعلیم و تبلیغ Rs: 70-00
۳۔ تجدید تصوف و سلوک 70-00
۴۔ تجدید معاشیات 75-00
۵۔ نظام صلاح و اصلاح (تفسیر سورۃ العصر) 50-00
۶۔ مذہب و عقلیات 15-00
۷۔ معجزات انبیاء و عقلیات جدیدہ۔ 15-00
۸۔ مذہب و سائنس 50-00

ملنے کا پتہ:۔ باری پبلی کیشنز۔ باری ہاؤس سیتاپور روڈ لکھنؤ، مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، مکتبہ فردوس مکارم نگر لکھنؤ، مکتبہ حراء ندوہ روڈ لکھنؤ۔

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

انسان کی فطرت میں عشق و محبت کا عنصر

انسان نہ صرف عقل محض ہے نہ مجبور محض جو کسی قانون اور طاقت کے سامنے بے دست و پا ہو، نہ وہ ایسا مشینی پرزہ ہے جو کسی خاص قانون اور پہلے سے مقرر کردہ نقشہ کے مطابق ایک دائرہ میں گردش کرتا رہتا ہے، وہ عقل بھی ہے، دل بھی، ایمان بھی ہے اور وجدان بھی، اطاعت بھی ہے اور محبت بھی اور اسی میں اس کی عظمت و شرافت، اس کی طاقت و عبقریت، ذہانت و دقیقہ رسی، امتیاز و برتری اور ایثار و قربانی کا راز پوشیدہ ہے، اسی کی بدولت اس نے دشوار سے دشوار مسئلہ پر قابو پایا، محیر العقول کارنامے انجام دیئے، خارق عادت باتیں اس سے صادر ہوئیں اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسی کی وجہ سے وہ "امانت" اس کے حوالہ کی گئی جس سے آسمان زمین اور پہاڑ سب معذرت کر چکے تھے، اس شہپر کی مدد سے اس نے ان بلندیوں پر اپنا نشیمن بنایا جہاں مقرب فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں، حیوانات، نباتات اور جمادات کا کیا ذکر ہے؟

انسان کا اپنے رب کے ساتھ رشتہ محض قانونی اور عقلی رشتہ نہیں جس کا دائرہ صرف واجبات ادا کرنے، احکام کی تعمیل کرنے ٹیکس دینے اور اس کے بدلہ میں کچھ حقوق حاصل کرنے تک محدود ہو، یہ محبت اور پاکیزہ جذبات کا بھی رشتہ ہے، یہ ایسا رشتہ ہے جس پر ذوق و شوق اور عشق و قربانی اور دل سوزی و بے قراری کا غلبہ ہونا چاہیئے اور یہ عنصر اس رشتہ میں اس طرح جاری و ساری ہونا چاہیئے کہ کوئی عمل اس کے اثر سے خالی نہ رہنے پائے، دین اس سے منع نہیں کرتا بلکہ اس کی دعوت دیتا ہے۔ اس جذبہ کو غذا پہونچاتا اور اس کو مزید قوت بخشتا ہے،

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (ارکان اربعہ)

فی شمارہ ۵ روپے | سالانہ سو روپے | ۱۰ مئی ۱۹۹۴ء

Office : 385538
Princi. : 72336
G. House : 73864

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

کاروانِ زندگی (حصہ پنجم)

از

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مصنف کی سرگذشت حیات (آپ بیتی) کا پانچواں حصہ جس میں دسمبر ۱۹۹۰ء سے دسمبر ۱۹۹۳ء تک کے اہم واقعات و حالات، تحریکات و سرگرمیاں ملت اسلامی ہندی کے وجود اور اس کے ملی تشخص کے بقا و تحفظ کیلئے پیدا ہونے والے خطرات ان کے مقابلہ کیلئے دینی جماعتوں اور باحمیت اہل فکر کی کوششوں کی روداد ان کے دلوں کی دھڑکنوں اور دماغوں کی خلش کی تصویر، بیرونی ممالک کے سفروں اور علمی و ادبی مجالس کی شرکت کی روداد بابری مسجد کے قضیہ کے نتیجہ میں ہولناک فرقہ وارانہ فسادات کی جھلکیاں اس اہم تاریخی دور کا (جس پر یہ حصہ مشتمل ہے) واقعاتی تجزیہ

خوبصورت آفسیٹ کی طباعت قیمت ـــــ ساٹھ روپے صرف

مکتبۂ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ 226018

دو اہم تاریخی نقشے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبتی شجرہ مبارکہ جس میں عشرۂ مبشرہ نیز بنی اُمیہ و بنی عباس کا شجرہ بھی دکھایا گیا ہے۔ قیمت دو روپیہ علاوہ محصول ڈاک۔

۲۔ تاریخی ٹائم چارٹ جس میں عہد نبوی سے لیکر عہد بنی عباس تک اہم واقعات تک کے دکھائے گئے ہیں، یہ چارٹ ۴۵×۵۵ سینٹی میٹر سائز کے چار صفحات پر آیا ہے

کوئی ناشر اسے شائع کرنا چاہے تو گفتگو کرے۔

پتہ:۔ ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی۔
پوسٹ بکس ۹۳،
معرفت مکتبہ ندویہ: لکھنؤ 226007

گذارش:

خط و کتابت نیز منی آرڈر کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں، خریداری نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں کم سے کم جس نام سے آپ کا رسالہ جاری ہے اس کی وضاحت ضرور فرمائیں منی آرڈر کوپن پر صاف صاف خوشخط پتہ لکھیں، اگر جدید خریدار ہوں تو اس کی صراحت ضرور کردیں جواب طلب امور کے لئے جوابی خطوط ارسال کریں۔

شکریہ۔

منیجر

پندرہ روزہ تعمیر حیات ایک تحریک ہے، اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔